چراغِ تہِ داماں

اقبال متین

قیمت: 25

کتابت: شہید صفی پوری

اشاعت: دسمبر سنہ ۱۹۷۶ء

طباعت: نامی پریس لکھنؤ

تعداد: ۶ سو

چراغ تہہِ داماں

ناول

اقبال متین

نصرت پبلشرز، کپور مارکیٹ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ ۳

انتساب

بہت پیارے اور محترم بھائی
ڈاکٹر سید عبدالمنان کے نام

کہ

درد اور درد کی ہے سب کے دوا ایک ہی شخص
یاں ہے جلّاد و مسیحا بخدا ایک ہی شخص
(حالی)

— اقبال متین —

وہ بجرہ جو جھیل کے شفاف سینے پر ڈول رہا ہے کوشلیا ابھی ابھی اسی سے اتری ہے اس نے ننھے شانوجہ کا ہاتھ تھام لیا ہے جو ابھی تک بجرے ہی میں کھڑا اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر مسکرا رہا تھا۔

کوشلیا کے چہرے پر پانی کے قطرے دمک رہے ہیں اور اس کی لمبی لمبی سیاہ زلفوں میں بھی پانی کی بوندیں اس طرح اٹکی ہیں جیسے موتی پرو دیے گئے ہوں۔ یقیناً پانی کے یہ موتی بجرے کے ان نئے مسافروں نے کوشلیا پر پھینکے ہیں ——— ننھا شانوجہ بھی اپنی ماں کے ساتھ ان مردوں کے مذاق پر ہنستا رہا ہوگا جو کوشلیا سے کچھ ہی پہلے بجرے سے اترے ہیں۔

آج ننھے شانوجہ نے اتنی ضد کی ہوگی کہ کوشلیا کی وہ ممتا جاگ پڑی جسے تھپک تھپک کر وہ سلاتی رہی ہے۔

بردوے کے گیسٹ ہاؤس اتنی بلندی پر ہے کہ موٹے آدمی اس تک پہنچتے

پہنچتے ہانپنے لگتے ہیں۔ یہ گیسٹ ہاؤس اپنے پُر فضا مناظر، صحت بخش آب وہوا، اطراف میں بکھری ہوئی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ایک گہری خوفناک کھائی کے لئے مشہور ہے۔

برہن بستی کا قریہ اس گیسٹ ہاؤس سے صرف دو اڑھائی میل ہے۔ ضروریات زندگی کی ساری دوکانیں برہن بستی ہی میں تھیں۔ برودلے گیسٹ ہاؤس کے چھوٹے سے احاطے سے دو فرلانگ پر فیوزک ہینسن کا خوبصورت ساریسٹورانٹ ہے جس کا نام فیوزے ہے ـــــ فیوزے میں آپ کو ہندوستانی شرابیں، دبتے اور سور کا گوشت اور گائے کی زبان، اتوار، پیر اور کبھی کبھی منگل کو بھی مل سکتے ہیں۔ آج چھ سال سے کوئی اتوار بھی ایسا نہیں گزرا ہے جب کہ یہ ساری چیزیں دور اور نزدیک سے آنے والے مسافروں اور ٹورسٹوں کو نہ ملی ہوں۔ پیر اور منگل کے سلسلے میں ہینسن کبھی دعویٰ نہیں کرتا ـــــ وہ کہتا ہے کہ اتوار کے دن نہیں کا لفظ وہ اپنی ڈکشنری سے خارج کر دیتا ہے۔

جوں جوں برودلے گیسٹ ہاؤس کی چہل پہل میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے کوشلیا کے بدن پر نئے نئے کپڑے دکھائی دینے لگے ہیں اور سُنا ہے کہ ہینسن بھی ایک چھوٹی سی سکنڈ ہینڈ وین VAN خریدنے کے منصوبے بنا رہا ہے کہ وہ روز نہیں تو ہر دوسرے تیسرے دن شہر سے تازہ گوشت،

مچھلی اور کچے جھینگے اپنے فیوزے کے لئے لا سکے۔

کوشلیا اور فیوزے ان دونوں کو برودلے گیسٹ ہاؤس سے الگ کرلیا جائے تو ہم اس کے مناظر کی دلکشی اور خوبصورتی ہی کو سرے سے کھو بیٹھیں ——— کوشلیا تو برودلے گیسٹ ہاؤس کو آغوش میں لئے ہوئے ہر منظر کا ایک حصہ ہوکر رہ گئی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ کوشلیا کا تصور ننھے شانوجہ کو ہٹا کر ممکن نہیں۔

شانوجہ پانچ چھ سال کا بڑا پیارا سا بچہ ہے ——— کوشلیا نے اپنی کوکھ سے اسے جنم دیا ہے اپنی چھاتیاں چُسا کر اسے پروان چڑھایا ہے ——— اور آج یہی کوشلیا کبھی اس کے گال پر طمانچہ لگا کر اس سے کہتی ہے ——— تو مر نہیں جاتا۔

ہینسن نے بھی کبھی کبھی سوچا ہے، واقعی شانوجہ مر جائے تو؟ ——— پھر اس خیال پر تاسف کرتے ہوئے اس نے اپنی انگلی سے اپنے ہی سینے پر صلیب کا نشان بنالیا ہے۔ یعنی اس نے شانوجہ کی موت کی خواہش اپنے دل سے نکال پھینکی ہے اور توبہ و استغفار کا اظہار اس صلیب سے کیا ہے جو ابھی ابھی اس نے اپنے سینے پر انگلی کے اشارے سے بنائی ہے۔

ہینسن کی یہ خواہش ہرگز نہیں ہے کہ شانوجہ مر جائے۔ وہ کوشلیا کے دل میں اس مردہ ممتا کو زندہ ہوتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے جو اسکے خیال میں

کبھی کی مر گئی ہے۔ اس مامتا کو زندہ دیکھنے کے لئے وہ چاہتا ہے کہ شانوجہ مر جائے بھی تو مضائقہ نہیں۔

ہینسن کہتا ہے کہ آنے والے مسافروں نے مل جل کر کوشلیا کی مامتا لوٹ لی ہے۔ فیوزک ہینسن کو کبھی کبھی یہ بھی کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اسے اپنے فیوزے سے جتنا پیار ہے کوشلیا کو شانوجہ سے اتنا پیار بھی نہیں ہے۔

ہینسن اپنا تقابل کوشلیا سے غلط کرتا ہے۔ وہ یہ بھول جاتا ہے کہ فیوزے اگر اس کا بچہ ہے تو بڑا اکماؤ پوت ہے شانوجہ کی بات الگ ہے۔ شانوجہ تو اتنا ضدی ہے کہ کوشلیا کو اچھے خاصے سخی مسافر تک کے پہلو سے اٹھ کر اپنے اتارے ہوئے کپڑے پھر سے پہن لینے پڑے ہیں ـــ اور مسافر نے بھنّا کر کوشلیا سے کہا ہے ـــ

"پھینک کیوں نہیں دیتیں اس اروڑے کو کھائی میں"

کتنے ہی مسافروں نے کوشلیا کو مشورہ دیا ہے کہ وہ شانوجہ کو کھائی میں پھینک دے ـــ وہ موقع محل دیکھ کر کبھی مسکرا کر رہ گئی ہے کبھی شانوجہ کے گال پر طمانچہ جڑ دیا ہے۔

یہ دونوں مسافر جنہوں نے تارامتی اسٹیم بوٹ پر بجرے کو ترجیح دی تھی بردولے گیسٹ ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں اترے ہیں ـــ ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی لڑکی نہیں ہے ـــ یہ بردولے گیسٹ ہاؤس ہی میں ایک

دوسرے سے متعارف ہوئے ہیں۔ جب یہ بس سے اتر کر گیسٹ ہاؤس پہنچے تو ایک دوسرے کو جانتے بھی نہ تھے لیکن بردولے ہاؤس کے سارے کمرے چونکہ اینگیج تھے اس لئے ان دونوں نے کمرہ نمبر ۳ میں دو بستر لگوانے پر منیجر سے رضا مندی ظاہر کر دی تھی۔

ان دونوں نے آپس میں یہ تصفیہ کر لیا ہے کہ کوشلیا کے ساتھ رہنے سے متعلق قرعہ اندازی کر لی جائے۔ جس کا نام پہلے اٹھے گا کوشلیا پہلے اس کی ہو گی اور دوسرا آدمی اس وقت تک شانوجہ کو سنبھال لے گا، اگر وہ نیند سے جاگ جائے۔

لیکن کوشلیا نے انھیں بتا دیا ہے کہ جناب یہ مُوا دس بجے رات سے پہلے سوئے گا نہیں کیوں کہ یہ دوپہر کو بہت سو کر اٹھا ہے اور جب تک یہ جاگتا رہے گا میں کسی کی بھی نہیں ہو سکتی۔

جب کوشلیا نے فیصلہ کن انداز میں یہ بات کہہ دی تو ان دونوں نے رات یہیں گیسٹ ہاؤس میں بسر کرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور فیوزے میں ڈنر کا آرڈر دینے کے لئے روانہ ہو گئے ہیں — جاتے جاتے ان میں سے ایک نے کوشلیا کو پلٹ کر دیکھا اور کوشلیا نے جواب میں مسکراہٹ پھینک دی اور بڑی ادا سے شانوجہ کو بچھرے سے کھینچ کر گود میں بھر لیا ——

شانوجہ ادھر کوئی چھ سات مہینے سے کوشلیا کو بہت دق کر رہا ہے۔ ورنہ

وہ پہلے اتنا ضدی نہ تھا۔ ایک حد تک وہ بجرے والے کاکا سے مانوس ہو چلا تھا۔ بجرے والا بوڑھا کاکا۔ شانوجہ بھی کاکا پکارنے لگا ــــــ بجرے والے کاکا نے بہت کوشش کی کہ شانوجہ اسے دادا پکارے لیکن شانوجہ راضی نہ ہوا۔

بجرے والے کاکا پھوس کی ایک کشادہ کٹیا میں جھیل کے کنارے رہتا ہے۔ کوشلیا بھی کاکا کے ساتھ ہی رہتی ہے اور شانوجہ بھی اسی کٹیا کا باسی ہے۔ رات تھپک تھپک کر لوریاں دے دے کر کوشلیا شانوجہ کو سلا دیتی تو پھر ــــــ اس کے سنورنے سجنے کا وقت شروع ہوتا ــــــ وہ دن بھر شانوجہ کو مشغول رکھتی اور سرِ شام ہی وہ سو جاتا ــــــ شانوجہ اس کا عادی ہو چکا تھا دن میں ایک منٹ کو بھی اس کی پلک نہ جھپکتی اور شام ہوتے ہوتے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا پھوس کے جھونپڑے میں دیئے جلتے اور شانوجہ کی آنکھوں کے جگنو اپنی روشنیاں گل کر لیتے۔ ان دنوں کوشلیا کو آنے والے مسافروں اور ٹورسٹوں کو خوش کرنے میں اتنی دیر نہ لگتی ــــــ شانوجہ کو پچکار کر بہلا کر اس سے جدا ہونے میں اتنے جتن اسے نہ کرنے پڑتے تھے۔ کئی بار تو یوں بھی ہوتا کہ کوشلیا شام ہوتے ہوتے بن ٹھن کر مسافر کے ساتھ بر دولے یا نیو زے چلی جاتی اور شانوجہ کاکا سے کھیلتا کھیلتا سو جاتا، کبھی کوشلیا نہ ہوتی اور جھیل کی سیر کے لئے مسافروں کی ٹولی یا کوئی محبت کرنے والا جوڑا آنکلتا تو کاکا شانوجہ کو بھی اپنے ساتھ بجرے میں بٹھا لیتا اور وہ کاکا کی گود میں بیٹھا اپنے ننھے ہاتھ اس طرح ہلاتا جیسے کاکا

نہیں تو وہ چپو چلا رہا ہے۔

چٹکی ہوئی چاندنی راتوں میں، جھیل کے شفاف پانی میں پیر لٹکائے ہوئے جب کوشلیا اکیلی بیٹھی چاند کا عکس پانی کی لہروں میں ٹوٹتا ہوا دیکھتی تو وہ بڑی گم سم سی رہتی۔ پیر ہلا کر جھیل میں ہلکورے پیدا کرتے کرتے وہ ایک دم بت کی طرح خاموش ہو جاتی — پانی آہستہ آہستہ تھم کر آئینہ بن جاتا اور وہ اپنا چہرہ چاند کے برابر جھیل کے دل میں اترتا ہوا دیکھ کر اداس ہو جاتی — پھر یکایک پیر ہلا کر اس سارے منظر کو بڑی بے دردی سے وہ تہس نہس کر دیتی۔

بڈھا کاکا کچھ جان کر پھوس کے جھونپڑے سے نکل آتا اور کوشلیا کو آواز دیتا تو وہ پلو سے آنسو خشک کر کے اٹھ کھڑی ہوتی اور اگر ایسے میں کوئی مسافر بھی کاکا کے ساتھ ہوتا تو کوشلیا اسی طرح ہنستی ہوئی کاکا کی جانب بڑھتی کہ مسافر کو پہلی نظر ہی میں اس پر پیار آجاتا۔

فیوزے لیک میس (FUZAY LAKE MESS) کا مالک ہنسن کوشلیا کے اس روپ سے قطعی نابلد ہے کہ چاندنی راتوں میں اس پر اداس رہنے کے دورے پڑتے ہیں۔ وہ تو صرف اتنا جانتا ہے کہ چاندنی راتوں میں کوئی مسافر بجرے میں سوار ہو کر جھیل کی سیر کو نکلتا اور اس کے ساتھ کوئی لڑکی یا عورت محبوبہ یا بیوی نہ ہوتی تو کوشلیا اس مسافر کے لئے پہلے محبوبہ بن جاتی پھر بیوی۔

بجرے سے اترے ہوئے دونوں مسافر فیوزے پہنچے تو ہنسن نے تھوڑا جھک کر

ان کا سواگت کیا۔ ان دونوں کو نہیں معلوم تھا کہ شرابیں یہاں ملتی ہیں۔ جب فیوزے میں انہوں نے قدم رکھا تو آنکھیں چکاچوند ہو گئیں ــــ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اپنے اپنے اٹیچی میں جتنی کچھ انہوں نے سنبھال رکھی ہے، برودلے ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں پہنچ کر، یا زیادہ سے زیادہ لان میں بیٹھ کر اسی سے لطف اٹھانا ہے۔ لیکن یہاں تو فیوزے کی سج دھج ہی اور تھی۔ خوبصورت سی کرسیاں، چھوٹی چھوٹی میزیں ــــ تار اور چکریوں سے ٹنگے ہوئے سرسراتے پردے کہ جب چاہیں کھینچ کر دنیا کی نظروں سے اس طرح چھپ جائیں جیسے اپنی روح کی نیم برہنگی سے چھپتے ہیں۔

ان میں سے ایک مسافر نے جو گنجا تھا اس مسافر کی طرف دیکھا جس کے سارے کے سارے بال تو نہیں لیکن جو عمر سے پہلے شاید سفید ہو گئے تھے، حالانکہ ابھی اس کا خون سفید نہیں ہوا تھا۔ کم سے کم کو شلیا نے ایسا محسوس کیا کہ اس کا خون سفید نہیں ہوا ہے لیکن اس نے اپنے بال بھی لال کر رکھے تھے۔

دونوں مسافروں کو آنکھوں آنکھوں میں باتیں کرتا ہوا دیکھ کر فیوزے ہسٹین نے مزید خوش اخلاقی اور انکساری کا ثبوت دیا۔

"آپ شاید لیک (جھیل) سے آرہے ہیں؟" ــــ اک ذرا گردن کو خم کر کے بڑی نرم مسکراہٹ سے ہسٹین نے پوچھا۔

"ہاں جی" ــــ گنجے مسافر نے بتایا جو گنجا ہونے کے باوجود بڑا اسجل تھا۔

دوسرے نے پوچھا ۔۔۔ "آپ نے کیسے جان لیا؟"

ان پیلے گلابوں سے ۔۔۔ ہنین نے مسکراہٹ میں وقار پیدا کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔ اور انھیں بتایا کہ پیلے گلاب سارے پارک اور گسٹ ہاؤس میں نہیں لگائے گئے ہیں ۔۔۔ یہ رنگ جھیل کے لئے مختص کر دیا گیا ہے ۔۔۔ کوئی مسافر جھیل سے لوٹتا ہے تو یہی پھول اس کے رومانس کی چغلی کھاتے ہیں۔

دونوں مسافر ذرا سا چونک کر مسکرائے۔

"وہ کیسے ۔۔۔" ایک نے پوچھا

"وہ اس طرح کہ میں آپ کو یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ پھول آپ کو کس نے دیئے ہیں ۔۔۔ اور اس پھول کے لیے آپ نے صرف ایک آنہ دیا ہوگا لیکن اور بہت کچھ دے دینے کا ارمان دل میں لیے آئے ہوں گے ۔۔۔ آپ لوگ تو خیر سے اپنی محبوبہ یا بیوی کے ساتھ نہیں آئے ہیں ۔۔۔ میں نے دیکھا ہے کہ وہ لوگ بھی جو اپنی دل نواز بیویوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو اپنے پیلے گلاب ان کی زلفوں میں سجا دیتے ہیں لیکن دوسری بار جب وہ آتے ہیں تو تنہا ہوتے ہیں۔ تاکہ اس پیلے گلاب کو جی بھر کر سونگھ سکیں۔

دونوں مسافروں نے اس طرح قہقہہ لگایا جیسے قہقہے کی نقل اتار رہے ہیں۔

"کیوں صاحب کو شیلا نے ہی یہ پھول دیئے ہیں نا" ۔۔۔ ہنین نے ذرا سا قریب

ہوکر اس طرح کہا کہ سامنے کھڑا ہوا بیرا سب کچھ سن کر بھی جیسے کچھ نہ سن سکا۔
لال بالوں والے مسافر نے کہا ــــ "بالکل ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ ان کو تو کوشلیا نے ہی پھول دیا ہے اور مجھے شانوجہ نے۔"
"شانوجہ کا زمانہ آرہا ہے جناب۔"
ہنیسن نے بائیں آنکھ بند کر کے گنجے مسافر کی طرف دیکھا اور پھر دونوں نے فاتحانہ طور پر لال بالوں والے کی طرف اور سب ہی ہنس پڑے۔
خوش اخلاقی کے اس مظاہرے کے بعد ہنیسن نے مطلب کی بات کی۔
"فرمائیے" گردن کو خم کر کے حسب عادت اس نے پوچھا ــــ "کیا خدمت کروں ــــ وہسکی، رم، برانڈی، بیئر، جو آپ کہیں۔"
"اور اگر ہم پینے کے دوران میں کوشلیا سے باتیں کرنا چاہیں تو ــــ کیا وہ یہاں آسکتی ہے" ــــ
"بیشک بیشک ــــ کیوں نہیں آسکتی ــــ فیوزے پر آپ کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کوشلیا پر لیکن آج ٹورسٹ زیادہ آئے ہیں ــــ مہینے کا پہلا اتوار ہونا ــــ اور کوشلیا ہی کی وہ شخصیت ہے جو اسٹیم بوٹ کی طرف جانے والے مسافروں کو بھی بجرے کی طرف کھینچ لیتی ہے، بہرحال یہ اس کا اور آپ کا معاملہ ہے ــــ آپ بلا لائیں ــــ فیوزے میں کوشلیا ہو یا کسی کی دھرم پتنی سب یکساں ہیں۔"

ہینن پھر ایک بار اسی انداز سے جھکا ـــ اس نے کہا ـــ "فیوزے میں ہر عورت کی تعظیم کی جاتی ہے جناب۔"

دونوں مسافروں نے ڈنر اور دس سال پرانی تھری اکس رم کا آرڈر دیا اور کوشلیا کے لئے جھیل کی جانب روانہ ہوئے تو ہینن نے تعظیماً جھک کر کہا۔

"کوشلیا تو صرف گولڈن ایگل بیر پیتی ہے اور کبھی موڈ میں ہو تو آپ تھوڑی سی جن بھی اس میں ملا سکتے ہیں اور فیوزے میں آپ کو کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔"

کوئی آدھے گھنٹے بعد جب دونوں مسافر جھیل سے لوٹے تو کوشلیا اور شانوجہ دونوں ہی ان کے ساتھ تھے۔

لال بالوں والے مسافر نے مسکرا کر ہینن سے کہا۔

"بڑی مشکل سے آئی ہیں کوشلیا دیوی۔"

"وہ تو میں جانتا تھا۔" ہینن نے کہا ـــ tailer of the lake =

(جھیل کا باپ) بجرا چلاتا ہے کوشلیا Fairy of the Lake ہے (جھیل کی پری) بڑھے کاکا کے لئے اپنی مسکراہٹ پھینک کر ٹورسٹوں کو گھیر لیتی ہے ـــ میں تو حیران ہوں کہ وہ وقت سے پہلے کس طرح آسکیں ـــ جھیل کے چار چھ چکر کے لیے تو ابھی کچھ اور لوگ فراہم ہو سکتے تھے، اتنا وقت تو ابھی ہے اور آج لوگ بھی زیادہ ہیں ـــ"

"ہم نے بجرے کی ٹرپس رکوا دی ہیں۔"

گنجے مسافر نے مسکرا کر انکشاف کیا۔

"یہ اچھا کیا آپ نے —— دس روپے تو دیوی جی کے بھینٹ کرنے پڑے ہوں گے —— لیکن بڈھا کا اس عمر میں مزید محنت کرنے سے تو بچ گیا —— چلئے اب آپ فراغت سے بیٹھ سکتے ہیں ——" گویا ہنین نے مسافروں کے اس خرچ کو صحیح قرار دیا اور دونوں مسافر ایک حد تک مطمئن سے نظر آئے۔

"تم جانتے ہو نا ہنین کہ میں نے انہیں ٹھگ نہیں لیا ہے" کوشلیا نے اپنے کئے کی مزید توضیح چاہی اور اپنی لمبی لمبی دونوں چوٹیوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر ننھے شانو جہ کے ہاتھ ان سے باندھنے لگی۔

"کاش کوئی مجھے اس طرح قید کرتا" لال بالوں والے نے کہا۔ لیکن ہنین نے بولنا شروع کر دیا تھا اس لئے کوئی اور اس بات کو شاید نہ سن سکا سوائے کوشلیا کے جو مسکرا رہی تھی۔

"ہاں جناب —— ہنین نے ذرا سا جھک کر وکالت کی —— بجرے کے ٹرپس رکوانے کے لیے کوشلیا دیوی سے محبت کرنے والا ہر فرد یہی کرتا ہے —— آپ تو خوش قسمتی سے دو دو ہیں۔ Share (شیئر) —— کر لیا ہو گا ——"

دونوں ہنسے، کوشلیا بھی ہنسی، ہنین بھی ہنسی میں شامل ہو گیا یہاں تک کہ بیرا بھی۔

لیکن شانو جہ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا —— وہ کوشلیا کا ہاتھ جوڑ کر

اسٹیل کی فولڈنگ کرسی سے الجھ گیا تھا ــــ اس نے کرسی بند کرنی چاہی جو اس سے پوری طرح بند نہ ہوئی ــــ پھر کھولنی چاہی تو اپنی انگلی پھنسا بیٹھا لپک کر کوشلیا نے اس کی مصیبت دور کی لیکن وہ مچل گیا ـ اور سب کو اپنے سے ہمدردی کرتا ہوا دیکھ کر بسکٹ اور پیسٹری کی طرف اشارہ کرنے لگا ــــ

"دیتے ہیں بابا سب دیتے ہیں" ــــ ہنیس، شانوجہ سے اس طرح مخاطب تھا جیسے دونوں مسافروں سے کچھ کہہ رہا ہو۔

گنجے مسافر نے پہل کی۔

"بے بی کے لئے بسکٹ پیسٹری اور چاکلیٹ" ــــ اور سب کے سب میز کی طرف بڑھ گئے تو بیرے نے چکریوں پر گھومنے والا پردہ کھینچ دیا جو سراسر جھول گیا۔

"اور بے بی کی ماں کے لئے جناب ــــ؟" ہنیس آگے بڑھ کر ذرا سا جھک گیا۔

"تم جانتے ہو ہنیس" ــــ کوشلیا نے یہ کہہ کر جیسے ہنیس کو جتلا دیا کہ اب وہ بھی آرڈر دینے کی اہل ہو گئی ہے جس کے لئے ان مسافروں کی منظوری ضروری نہیں۔

"جانتا ہوں کوشلیا دیوی!"

تم آج بار بار مجھے کوشلیا دیوی کیوں کہہ رہے ہو ــــ؟ کوشلیا نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ بُرا مان رہی ہے۔

"نہیں کہوں گا" ہینین جھک گیا۔

"کہہ بھی دو تو کیا ہے ـــــ کیا میں دیوی نہیں ہوں ـــــ اور جو نہیں ہوں تو بھی کیا بُرا ہے ـــــ لیکن تمہارے منہ سے یہ کچھ ٹھیک نہیں لگتا۔"

ہینین نے معافی مانگ لی۔

"جاؤ ـــــ کر دیتی ہوں معاف ـــــ اور وہ آگے بڑھ گئی۔"

فیوزے میں لوگ آہستہ آہستہ آنا شروع ہو گئے تھے ـــــ ایک انگریز نژاد مرد کے ساتھ ایک افریقن لڑکی تھی۔ دونوں کے رنگ روپ میں دن اور رات کا فرق تھا۔ لیکن انگریز مرد افریقن لڑکی کو اس طرح رجھا رہا تھا کہ بیرا آرڈر کی چیزیں لاتے وقت پردہ سرکا کر رک جاتا اور کھنکار کر انھیں موقع دیتا کہ انکے چپیاں ہونٹ الگ ہو جائیں۔

فیوزے کے دوسرے سارے لوگ از خود رفتگی کے اس عالم میں نہ تھے شاید اس لئے کہ فیوزے میں وہ ابھی آئے تھے اور پینا شروع کئے انھیں دیر نہیں ہوئی تھی۔

ایک سردار جی اپنی سردارنی کے ساتھ دنبے کا بُھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ سردار جی بہت ہی صحت مند اور دیدہ ور آدمی تھے لیکن سردارنی کا جسم لٹک گیا تھا اور وہ سردار جی کی بیوی ہونے کے باوجود ان کی بڑی بہن نظر آ رہی تھیں لیکن دو، دو پیلے گلاب سردارنی نے اپنے بالوں میں سجا رکھے تھے جو یقیناً سردار جی نے اپنے ہاتھ سے ان کے بالوں میں ٹانک دیے ہوں گے۔

اور بھی ادہر ادہر کچھ لوگ تھے۔ ہال میں سر دار نی کے سوا کوئی عورت نہ تھی جو کھلے عام بیٹھی ہو ـــــ افریقن لڑکی اور انگریز مرد نے پردہ کھینچ رکھا تھا۔ کوشلیا شانوجہ اور دونوں مسافر بھی پردے ہی میں تھے لوگوں کی نظریں البتہ اس پردے سے بار بار ٹکرا رہی تھیں جس کے پیچھے سے کوشلیا کی بے باک ہنسی سارے فیوزے میں گونج رہی تھی اور ہال کے لوگوں کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

لال بالوں والے نے دوسرا گلاس ختم کرتے ہوئے شانوجہ کے منہ سے پیسٹری لینی چاہی ـــــ لیکن وہ جھٹ سے منہ میں ڈال کر ہنس پڑا ـــــ کوشلیا نے پیار سے شانوجہ کو دیکھا اور گنجے مسافر نے کوشلیا کا گلاس جس میں بیر کے ساتھ جن ملی ہوئی نہیں تھی اٹھا کر کوشلیا کے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا ـــــ "شانوجہ کی ہنسی اور تمہاری مامتا کے لئے۔"

کوشلیا نے گلاس اپنے ہاتھ سے تھام لیا اور غٹا رگئی ـــــ گنجے مسافر نے بھی اپنا گلاس ہونٹوں سے لگا لیا اور لال بالوں والے نے بھی اپنے خالی گلاس کا آخری قطرہ زبان پر ٹپکا لیا۔

"بناؤ جان ـــــ لال بالوں والے نے کہا۔

کوشلیا نے دونوں گلاسوں میں رم ڈال دی ـــــ دیکھو برابر ہے نا؟"

"ہاں جان" ـــــ دونوں مسافروں میں سے کسی نے کہا ـــــ اور کوشلیا نے بیر کی دوسری بوتل کے لئے بیرا کو پکارا

"اوہ ساری" ـــــ دونوں مسافروں نے معافی چاہی۔

بیرا آگیا تو گنجے مسافر نے کہا ـــــ "ایک بوتل بیر ـــــ اور کھانے کے لئے تم بولو جان؟"

"زبان ـــــ" ذرا مرچ زیادہ لگانا

"اور بیم بہت ٹھنڈا" لال بالوں والے نے اضافہ کیا۔

"اور بیر بیم سے بھی زیادہ ٹھنڈی" ـــــ کوشلیا نے کہا۔

"اور تلا ہوا گوشت اور ابلے ہوئے انڈے" ـــــ گنجے مسافر نے مزید کہا۔

بیرا جا چکا تو لال بالوں والوں نے کہا ـــــ

"ڈارلنگ تم بہت سویر ہو ـــــ بیر پینے سے کیا خاک ہوگا"۔

"بہت کچھ ہوتا ہے۔ تم چونکہ ردبر رہے ہو اس لئے میں تمہیں تمہاری سطح پر نظر نہیں آرہی ہوں"۔

"نہیں ڈارلنگ یہ سچ کہتے ہیں"۔ گنجے نے اصرار کرتے ہوئے کہا "تم ہر گلاس کے ساتھ نصف پگ جن ملا لو"۔

"ہاں ملالوں گی ـــــ کیا بُرا ہے ـــــ لیکن تم لوگ مجھے دُھت کر کے مجھ سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟"

"ارے نہیں جان ـــــ یہ کیا کہہ رہی ہو تم ـــــ لال بالوں والے نے بڑے چاؤ سے کہا جس کو کوشلیا اب "ریڈش ڈیر" کہہ کر مخاطب کرنے لگی تھی۔

شانو جہ بسکٹ آملیٹ اور پیسٹری ختم کر چکا تھا اور ابھی ابھی اس نے لمبی جماہی لی تھی۔ "نیند آرہی ہے اس کو"—— ریڈش ڈیر نے شانو جہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کوشلیا سے کہا۔

وہ شانو جہ سے مخاطب ہوئی—— "جائے گا کاکا کے پاس؟——

جانا راجا بیٹا—— میں جلد آؤں گی—— ان دونوں کو جُل دے کر یوں بھاگ کر آؤں گی"—— کوشلیا نے چٹکی بجا کر کہا"—— اور اپنے راجہ بیٹا سے الگ سو رہوں گی"۔

بیرا نے ٹھنڈی بیر میں آدھا پیگ جن ملا دیا—— خالی پلیٹیں اٹھا کر بھری ہوئی میز پر سجا دیں۔

کوشلیا نے آدھا گلاس ٹماٹر جوس پیا اور بیرا کو پکارا—— ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے تڑپ کر پردے پر نگاہ ڈالی جس کے پیچھے سے کوشلیا کی سریلی آواز آئی تھی۔ اور واقعی کوشلیا کی آواز اس کے جسم سے کچھ کم نہ تھی۔ کبھی کبھی کوشلیا کا سارا وجود ایک نغمہ ہوتا محسوس ہوتا تھا جو برونلے ہاؤس، فیوزے ریسٹورانٹ اور جھیل کے گوشے گوشے میں سنائی دیتی تھی۔

کوشلیا کی آواز پر اب کی بار سردار جی بری طرح چونکے تھے اور سردارنی اپنے بالوں میں پہلے گلابوں کو ٹھیک کر رہی تھی۔ اس پر بھی اس سے رہا نہ گیا تو اس نے سردار جی سے کہا۔

"یہ آواز اسی لڑکی کی معلوم ہوتی ہے جس نے جھیل پر پھول دیے تھے اور تم نے پھول لینے کے بہانے اسے تاکا تھا ـــــ اور اس کا بچہ کتنا پیارا سا ہے ـــــ وہ تو شوہر والی کوئی شریف عورت ہو گی نا؟"

سردارنی نے ایک سانس میں اتنی باتیں کہہ دیں تو سردار جی سوچنے لگے کہ اب انھیں بھی تو کچھ کہنا ہے۔

انہوں نے کہا ـــــ

" واہاگرو واہاگرو ـــــ میں بھی تو اس بچے ہی کو دیکھ رہا تھا کیسر ـــــ اپنا بھی کوئی ننھا ہوتا ـــــ" اور سردار جی نے ٹھنڈی آہ بھری جو بریانی کے سامنے دھری ہوئی گرم پلیٹ سے ٹکرا کر گرم ہو گئی۔ لیکن سردارنی واقعی بجھ کر رہ گئی تھی۔

سردار جی پر جب بھی کوئی کڑا وقت آتا تو وہ سردارنی کی توجہ پھیرنے کے لئے اس کمزوری سے پورا فائدہ اٹھا لیتے کہ سردارنی بانجھ ہے ـــــ سردارنی کا لٹکا ہوا جسم کچھ اور ڈھیلا پڑ جاتا اور وہ جو کچھ سامنے دھرا ہوتا چپ چاپ کھا لیتی ـــــ سردار جی ایسے میں گنگناتے اور جوک باکس پر اپنا پسندیدہ گیت سننے میں مگن ہو جاتے ہیں

پردے کے پیچھے شانو جہ نے پھر جماہی لی۔ اب تو اس کی آنکھیں مندنے لگی تھیں۔

"جائے گا منّا میرا"۔۔۔ کوشلیا اس کو پچکارنے لگی۔

"نہیں جاؤں گا"۔۔۔ "تم نہ ہو گی تو ڈر لگے گا مجھے۔۔۔" شانوجہ بضد تھا اور اپنے دونوں ہاتھ میز کی سطح پر رکھے ہاتھوں پر سر ٹکائے سونے کے لیے مناسب زاویے کے لئے کوشاں تھا۔

ریڈش ڈیر نے گال تھپتھپاتے ہوئے شانوجہ سے کہا۔ "کل ہم بابا کو بہت سے چاکلیٹ دلائیں گے۔۔۔ چلو تمہیں کاکا کے پاس چھوڑ دیں۔"

شانوجہ بگڑا۔۔۔ "نہیں"۔۔۔ اس نے چیخ کر کہا۔

اور کوشلیا نے بھانپ لیا کہ اب زیادہ اصرار کرنے پر شانوجہ برہم ہو جائیگا۔ وہ جانتی تھی کہ شانوجہ کی برہمی کے کیا معنی ہوتے ہیں۔۔۔ وہ جب اڑھتی پنے پر آتا تو پھر کسی کی اس کے آگے نہ چلتی تھی۔۔۔ چنانچہ کوشلیا نے ریڈش ڈیر کو اشارہ کیا کہ وہ شانوجہ کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔

کوشلیا کی آنکھوں میں پیار اور جوبن کا جس قدر نشہ تھا اس سے کہیں زیادہ شانوجہ نیند کے نشے میں چور تھا اور اسی لیے کوشلیا چاہتی تھی کہ اب شانوجہ اطمینان سے سو جائے۔

"ڈیر بالڈ۔۔۔ پی چکو نا۔۔۔ کوشلیا نے انگڑائی لے کر اپنے جوبن کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہوئے نام عمدہ دیتی ہو۔۔۔ ریڈش ڈیر نے

کوشلیا کی تعریف کی اور اس کا ہاتھ چوما۔

"تمہیں کیوں نہ پیارے لال کہوں۔ یہ زیادہ اچھا رہے گا۔"

"خوب خوب ـــــ نام بھی دیتی ہو ترجمہ بھی کر دیتی ہو۔"

"ارے ہاں۔" ڈیر بالڈ اپنی کرسی سے قریب قریب اچھل پڑا ـــــ شانوجہ ہی سے قسمت کا فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

"ہاں بادہ دیکھیں وہ اپنی ماں کا حسن کس کی جھولی میں ڈال دیتا ہے ـــــ کاغذ چاہیے ـــــ جھٹ لکھیں ـــــ ورنہ وہ سو جائے گا ـــــ قرعہ اندازی کا یہ نیک کام اسی کے ہاتھ سے ہو جانا چاہیے۔" پیارے لال کہہ رہا تھا اور اس کا چہرہ بالوں کی سرخی کا عکس معلوم ہو رہا تھا۔

"بیرا۔ بیرا۔ بیرا" ـــــ ڈیر بالڈ نے مسلسل پکارا اور پیارے لال نے ساتھ ہی گھنٹی بجا دی۔

کاؤنٹر پر ہنین چونکا ـــــ کیا بات ہو گئی آخر ـــــ وہ یوں بھی چاہتا تھا کہ اس کیبن کا ایک آدھ چکر لگا آئے تاکہ کوشلیا سے کچھ چھیڑ چھاڑ بھی ہو اور اس کے ساتھی بھی خوش ہو جائیں کہ فیوزے کا مالک ان کی طرف اتنی توجہ کر رہا ہے ـــــ چنانچہ وہ کیبن کی طرف چل پڑا۔

ہنین کو دیکھ کر کوشلیا نے کچھ برا سا منہ بنایا ـــــ پیارے لال اور ڈیر بالڈ کو بھی اس وقت اس کا آنا کچھ ناگوار گزرا لیکن ہنین نے جھک کر بڑے ادب سے

کہا کہ مسلسل پکار اور گھنٹی کی آواز سے وہ خود چلا آیا ہے کہ کوئی بات انہیں ناگوار ہوئی تو اسے تو معلوم ہو سکے۔

"تھوڑا سا کاغذ بھجوا دیجئے" ڈیر بالڈ نے ہنین کو ٹالنے کے لئے کہا۔

"بہت اچھا ـــــ اور آپ کہیں تو ایک اور کرسی بھجوا دوں تاکہ دونوں کو ملا کر اس ننھے بیچارے کو سلا سکیں"ـــــ ہنین نے شا نوجہ سے ہمدردی کی۔

کوشلیا کو ہنین کی اس ہمدردی میں اپنے لیے طنز اور تضحیک کا پہلو نظر آیا اور اس نے تُنک کر کہا ـــــ میں اس کی ماں ہوں ہنین"

"ہاں میں جانتا ہوں لیکن اس واقعے کے بعد تو تمہیں شا نوجہ کی بہت حفاظت کرنی چاہیئے"

کوشلیا نے ہنین کو گھائل ہرنی کی طرح تڑپ کر دیکھا ـــــ "ہاں اس کا اچھا بُرا میں جانتی ہوں۔ شکریہ"

ہنین جان گیا تھا کہ کوشلیا پر بھرپور وار اس نے کیا ہے ـــــ اب مزید کچھ کہنے کی اس نے جرأت نہ کی۔ کیونکہ کوشلیا کا اگر موڈ خراب ہو جاتا تو وہ ایسے میں پہلے خاموش ہو جاتی ہے پھر رونے لگتی اور اچھی خاصی محفل اس طرح برباد ہو جاتی ہے۔ محفل کی اس طرح یکایک برخواستگی کے معنی یہ بھی تو ہوتے ہیں کہ کچھ اور مال جو بک سکتا تھا وہ بکنے سے رہ جاتا چنانچہ وہ کاؤنٹر پر لوٹ آیا۔

بیرا کاغذ لے آیا تو کوشلیا کچھ سنجیدہ ہو گئی تھی۔

پیارے لال نے کاغذ پر دو نام لکھے ــــ انہیں برابر برابر پھاڑ کر موڑنے لگا۔
کوشلیا اپنی انگلیاں شانوجہ کے بالوں میں بڑے پیار سے کنگھی کی طرح پھیر رہی تھی ــــ اس کی آنکھیں شانوجہ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ کیبن میں بیٹھی ہی بیٹھی کیبن سے باہر دور کہیں چلی گئی تھی۔
ڈیر بالڈ نے جس پدرم نے اب اچھی طرح اتر جا لیا تھا کوشلیا کی کمر میں گدگدا کر اسے مخاطب کیا۔
پیارے لال پرچیاں ٹیبل پر ڈال کر شانوجہ کو بیدار کرنے کی کوشش میں تھا۔ اس کی آنکھیں بالکل مندھ گئی تھیں اور وہ آسانی سے بیدار نہ ہوتا تھا۔
"اس کو سو جانے دو ــــ کوشلیا نے پیارے لال کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا ــــ اس کو کیوں کانٹوں میں گھسیٹا جائے یہی کیا کم ہے کہ اس نے مجھ جیسی ماں سے جنم لیا ہے۔"
"تم سوبر ہو رہی ہو ــــ ڈارلنگ" ــــ ڈیر بالڈ نے پھر اس کو گدگدایا۔
کوشلیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی جا سکتی تھی۔ بشرطیکہ اس کی آنکھوں سے نظریں پھیر لی جائیں۔
اور دونوں مسافروں نے صرف مسکراہٹ ہی دیکھی۔
"میں چن لیتی ہوں تم دونوں میں سے کسی کو" ــــ کوشلیا نے انگڑائی کے بھنور میں مسکراہٹ کی کرنیں پھینک کر سب کچھ بھلا دیا اور اس طرح پھر اس محفل میں

لوٹ آئی جیسے فرض کی ادائگی کے خیال نے اس کی بانہہ پکڑ کر اس کو محفل میں ڈھکیل دیا ہو۔

ڈیر بالڈ اور پیارے لال اپنی اپنی نشستوں پر سیدھے ہو گئے۔

"جانم ــــ رحم کا طلب گار ہوں" ــــ ڈیر بالڈ نے جھک کر کوشلیا کے پیر چھو لئے۔

"یوں نہ کرو" ــــ اس نے اپنے پیر ہٹاتے ہوئے کہا ــــ "میں تمہارے حق میں ہی فیصلہ کئے دیتی ہوں"۔

"سچ مچ یوں نہ کر دینا" ــــ پیارے لال نے التجا کی۔ "ورنہ میں جھیل میں ڈوب مروں گا"۔

کوشلیا مسکرائی ــــ "کون کسی کے لئے جھیل میں ڈوبتا ہے بابا ــــ بالکل یہی بات چھ سات سال پہلے مجھ سے کسی نے کہی تھی ــــ پھر وہ آج تک نہیں لوٹا ــــ اور میں اکیلی جھیل میں ڈوب ڈوب کر ابھرنے کے لیے رہ گئی ہوں"

یہ کہتے کہتے کوشلیا کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں لیکن وہ برابر مسکرائے جا رہی تھی۔

پیارے لال نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے ــــ "تم جذباتی ہو گئی ہو۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے ایسی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے ــــ معاف کر دو ڈارلنگ"۔

کوشلیا نے مسکراہٹ کو قہقہے میں اس طرح بدل دیا ــــ جیسے

یہ سب کچھ اس کے بس میں ہے۔

"تم بے وجہ پریشان ہو رہے ہو۔" کوشلیا نے ایک ادائے دلبری سے کہا۔

"میرے آنسو اور میرے قہقہے توام بچوں کی طرح ہیں ـــــ دونوں اتنے ملتے ہیں کہ انھیں پہچاننا مشکل ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ میں قہقہے مار کر ہنستی ہوں تو رو رہی ہوتی ہوں اور جب آنسو چھپاتی ہوں تو گویا مسکراہٹ چھپاتی ہوں ـــــ اب بتاؤ ڈیر کیا تم میری ان باتوں کو مان لوگے؟ ـــــ تمہیں ایک اور بات بتاؤں۔"

ڈیر بالڈ نے خالی گلاس خود ہی بھر دیے۔

کوشلیا اب چہکنے کے موڈ میں آگئی تھی ـــــ شانوجہ آرام سے سو رہا تھا۔ پیارے لال کوشلیا کی باتوں میں دلچسپی لے رہا تھا اور ایسا ظاہر کر رہا تھا کہ بہت متاثر ہے ـــــ ڈیر بالڈ کی بس یہی خواہش تھی کہ کوشلیا جلد از جلد قرعۂ فال اس کے نام نکال دے۔

چنانچہ بھرے ہوئے گلاس ہر ایک کے سامنے رکھتے ہوئے ڈیر بالڈ نے کہا۔

"جام اٹھاؤ ـــــ اس لمحے کے نام جو اب مقدر بننے والا ہے۔"

سب نے تھوڑی تھوڑی سپ کی۔

پیارے لال نے یاد دلایا کہ کوشلیا کچھ کہہ رہی تھی۔

لیکن ڈیر بالڈ اب کچھ اور سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ صاف صاف کہہ رہا تھا کہ کوشلیا پہلے قسمت کا فیصلہ کر دے پھر اطمینان سے باتیں کرتی رہے

"تو تیار ہو جاؤ" ــــ کوشلیا نے بھرپور انگڑائی لے کر سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

دونوں مسافر جو اب کوشلیا کے گہرے دوست ہو گئے تھے ایک دم اس طرح اپنی اپنی نشستوں پر تن گئے جیسے اپنے بوجھل ذہن سے نشہ کی کیفیت کو زائل کر چکے ہوں۔

کوشلیا نے ایک ادائے دلبری سے ہاتھ بڑھایا اور ایک پرچہ اٹھا کر پلک جھپکنے میں کھول دیا۔

"ڈیر بالڈ ــــ لو میں تمہاری ہو گئی ہوں"

ڈیر بالڈ اپنی کرسی پر سے اچھل پڑا ــــ وہ کھڑا ہو گیا ــــ پھر وہ کوشلیا پر جھکا ــــ پھر کوشلیا نے اپنے ہونٹ ڈیر بالڈ کے ہونٹوں میں دے دیے۔

پیارے لال مسکراتا رہا ــــ اس کی نظریں اس اثناء میں بار بار شانوجہ پر پڑتی رہیں اور شانوجہ بے خبر سوتا رہا۔

کوشلیا نے ایک دلبر مسکراہٹ کے ساتھ ڈیر بالڈ کو دونوں ہاتھوں سے کرسی پر ڈھکیلتے ہوئے کہا ــــ "چلو اب بیٹھو کتّے ــــ بہت بے صبرے ہو"

پیارے لال سے کوشلیا اور ڈیر بالڈ نے SORRY کہہ کر معافی مانگ لی۔

"کوئی بات نہیں" ــــ پیارے لال نے اس طرح کہا جیسے انتقاماً کہہ رہا ہو۔

کوشلیا نے چھیڑا ــــ "تم تو جھیل میں ڈوبنے والے تھے نا ڈیر"۔

"لیکن تم اب کچھ گھنٹوں کے بعد میری بھی تو ہو جاؤ گی ــــ جھیل میں ڈوب کر

ہمیشہ کے لئے تم سے محروم ہونا مجھے گوارا نہیں۔"

کوشلیا نے قہقہہ لگا کر ڈیر بالڈ سے مصافحہ کیا ـــــ اور تینوں ہنس پڑے۔

ہال میں اکثر نظریں اس پردے کی طرف اٹھیں جس کے پیچھے سے قہقہے کا چھناکا باہر تک آکر بکھر گیا تھا ـــــ لیکن سردارنی اپنی زلفوں میں گلاب کے پیلے پھول درست کرنے کے لئے اپنی نشست پر موجود نہ تھی اور نہ ہی سردار جی تڑپ کر اس طرف دیکھنے کے لیے وہاں موجود تھے۔

انگریز نژاد ٹورسٹ بھی اپنی افریقن محبوبہ کے ساتھ جا چکا تھا اور اس کے پارٹیشن کا پردہ سمٹ کر ایک گوشے میں اس طرح جھول رہا تھا جیسے ان کے رومانس کی کہانی اپنی سلوٹوں میں چھپائے ہوئے ہو۔

ہال میں لوگ کم رہ گئے تھے اور ان کے آخری جام ان کے ہونٹوں کے منتظر تھے۔ ہنیسن کو ذرا سی فرصت مل گئی تھی اور وہ کاؤنٹر سے لگی اونچی سی کرسی پر ایک ذرا ٹیک لگائے کمر سیدھی کر رہا تھا۔

پردے کے پیچھے ڈیر بالڈ سب سے زیادہ مضطرب تھا ـــــ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد فیونے کو چھوڑ دے اور بردوے گیسٹ ہاؤس کے کمرہ نمبر ۳ میں اس کے بستر اور پیارے لال کے بستر کے درمیان وہ دبیز سا نیلا پردہ کھینچ کر تن جائے جو دیوار سے لگا کونے میں جھول رہا تھا۔

ڈیر بالڈ نے ایک تجویز رکھی ـــــ "تم چاہو تو آج رات بالکل دست بردار

ہو سکتے ہو۔ کل صبح میں چلا جاؤں گا۔ تم رک سکو تو رک جاؤ ــــ آج کے سارے اخراجات میرے ذمّہ ہوں گے۔"

فیوزے کے بل میں بھی میں تم سے کچھ نہیں لوں گا" اس نے پیارے لال کے کندھے پر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ رکھا جو اپنے لال بالوں کو اپنی سفید انگلیوں سے سلجھا رہا تھا ــــ "کیا ہم دوست ہو کر ایک دوسرے کے لیے اتنا نہیں کر سکتے؟"

پیارے لال کچھ دیر سوچتا رہا ــــ پھر اس نے بڑے وقار اور تمکنت سے کہا۔

"مجھے منظور ہے ــــ ایک رات میں، کسی عورت کا ایک سے زیادہ مردوں کے پاس رہنا مجھے کچھ اچھا نہیں لگتا ــــ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم بالکل جانور ہو گئے ہیں اور پھر تمہارا جھوٹا تمہاری ہی جھوٹی پلیٹ میں مجھے کچھ گوارا بھی نہیں ہے ــــ جھوٹا تو ویسے تم بھی کھا رہے ہو، میں بھی کھاؤں گا لیکن یہ احساس تو نہ رہے گا کہ پلیٹ بھی جھوٹی ہے ــــ رات کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا عورت کو اتنا ستھرا کر دیتا ہے کہ وہ آنے والی رات کی سیاہی کو پھر اپنے دامن میں سمیٹنے کے لئے بڑی پرکشش اور خوبصورت بنا دیتا ہے ورنہ یوں لگتا ہے جیسے ہم دلدل میں چل رہے ہیں۔"

ڈیر بالڈ اتنا لمبا چوڑا لیکچر سننے کے لیے قطعی تیار نہ تھا۔ اس نے بڑی

گرم جوشی سے پیارے لال کا ہاتھ دبایا ——— "شکریہ میرے فلسفی دوست میں خوش ہوں ——— اور اس نے کھڑے ہو کر اپنے دوسرے ہاتھ سے بیر کا گلاس اٹھایا اور جھک کر کوشلیا کے منہ سے لگا دیا ——— پھر سب ہی کھڑے ہو گئے۔

ڈیر بالڈ نے شانو جہ کو اٹھا کر اپنے کاندھوں پر سُلا لیا ——— کوشلیا اس کے ساتھ ایسی لگی لگی چل رہی تھی کہ دیکھنے والوں کو تینوں باپ، ماں اور بچہ نظر آتے تھے۔ کوشلیا کے چہرے پر اس وقت ایک ایسی خواہش اور تمنا کی پرچھائیں تھی جو حسرت بن گئی تھی لیکن پہچانی نہیں جاتی تھی ——— وہ ڈیر بالڈ سے کچھ اس ادا سے بات کر رہی تھی، جیسے بیوی اپنے میاں سے اس وقت بات کرتی ہو جب وہ ان کا بچہ اٹھائے چل رہا ہو اور دل ہی دل میں ماں کے لاڈ پیار پر برہم ہو جو اسے ساتھ ساتھ لیے پھرتی ہے گھر پر چھوڑ کر نہیں نکلتی۔

کاؤنٹر کے قریب پہنچے تو پیارے لال نے مسکرا کر کوشلیا کو چھیڑا۔

"آپ شاید میرے دوست کی مسز ہیں؟"

کوشلیا نے اس طنز کو بھانپ لیا۔

"اگر ہوتی تو شاید تم کو بڑا دکھ ہوتا۔"

"ہو تو سکتا تھا ——— اس لیے کل تم میرے ساتھ بھی اسی طرح قدم سے قدم ملا کر چلنے والی ہو!"

"میں تو آج بھی چلنے کو تیار ہوں لیکن تم مجھے کتنی دور لے جا سکتے ہو ———

یہی نا فیوزے سے برودے تک اور اس کے بعد تم مردوں کے پیر ڈگمگا جاتے ہیں۔"

پیارے لال چاہتا تو مسکرا بھی سکتا تھا اس نے سنجیدگی کا لحاف اوڑھے رکھا۔

ہینس نے بل کی رقم لینے کے بعد جھک کر ڈیریالڈ اور کوشلیا کا شکریہ ادا کیا، اس نے یہ بھی کہا کہ کوشلیا کی رفاقت میں ڈیریالڈ کی رات یادگار بن جائیگی۔ جس کا وہ متمنی ہے۔

"گڈ نائٹ — گڈ نائٹ — جب وہ لوگ جدا ہوئے تو پیارے لال پہلے ہی باہر نکل چکا تھا — وہ فیوزے کے احاطے سے گزر کر اس سڑک پر آگیا جو برودے کو جاتی تھی۔ رات نہ اتنی تاریک تھی، نہ اتنی اجلی — سڑک کی روشنیوں سے ہٹنے پر بھی صورتیں بہ آسانی پہچانی جاتی تھیں — ہواؤں میں خنکی تھی۔ تارے اس طرح آپس میں اشارے کر رہے تھے جیسے زمین کے خلاف کوئی سازش کر رہے ہوں لیکن زمین اپنی جگہ مطمئن تھی گویا تاروں کی بے بضاعتی کو جانتی ہو۔

پیارے لال سیدھی سڑک پر کھڑا وہاں تک دیکھ رہا تھا جہاں درختوں کے جھنڈ میں سڑک برودے کی طرف اس طرح مڑ گئی تھی جیسے چھپ کر جا رہی ہو۔ فیوزے کے احاطے میں پہنچ کر کوشلیا نے خنکی محسوس کی تو اس نے ڈیریالڈ سے

سے کہا۔۔۔ شانو کو کچھ اڑھا لینا چاہیے لیکن یہاں ہو کیا؟ بہتر یہ ہے کہ تم اس کو مجھے دے دو۔ میں اپنا آنچل اڑھا لوں گی۔

"میں اپنا کوٹ بھی تو اڑھا سکتا ہوں"۔۔۔۔ اس نے شانو جہ کو کوشلیا کی گود میں دے کر اپنا کوٹ کی اندرونی جیب سے کچھ نوٹ اور کاغذ نکالے اور اپنی شرٹ کی جیب میں محفوظ کر کے کوٹ اتارنے لگا اور ساتھ ہی ٹراؤزر جیب کی زپ کو چھو کر اس نے دیکھا کہ زپ برابر ہے۔ کوشلیا نے شانو جہ کو پھر اس کی گود میں واپس دے کر کوٹ اڑھا دیا۔۔۔ پھر ایسی نظروں سے اسکو دیکھا جیسے پیار کر رہی ہو۔

"تمہارے کتنے بچے ہیں پیار۔۔۔۔؟" کوشلیا نے اس طرح پوچھا کہ اس ایک جملے سے جیسے شانو جہ پر ڈیر بالڈ کی مہربانی کا اعتراف کر رہی ہو۔

"تم ہی بتاؤ کتنے ہو سکتے ہیں"۔۔۔۔ ڈیر بالڈ نے کوشیلا کی کمر میں ہاتھ ڈالکر اس کو اپنے سے قریب تر کرتے ہوئے پوچھا۔

"بھلا میں یہ کیسے بتا سکتی ہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتی ہوں کہ تم یقیناً ایک اچھے شوہر ہو گے اور ایک اچھے باپ بھی۔۔۔۔"

"میں بھی کچھ ایسا ہی سمجھتا ہوں لیکن میری بیوی اور میری بچی کوئی دو سال سے مجھ سے جدا ہیں۔ میری آمدنی سے ان کی گزر بسر کے لیے ایک حصّہ کٹ جاتا ہے۔۔۔۔ میں اس کے علاوہ بھی انھیں کچھ بھیجتا ہوں۔۔۔ بچی ہائی اسکول

میں پڑھتی ہے اور بیوی ایک خانگی کالج میں پڑھاتی ہے؟

"اتنی پڑھی لکھی ہے تمہاری بیوی؟"

"پڑھا لکھا تو اس دنیا میں کوئی ہے ہی نہیں ——— سب جاہل ہیں اور سب ایک دوسرے پر فوقیت جتاتے ہیں۔ تمہیں وہ یاد نہیں آتے؟"

"آتے ہیں ——— بیتے ہوئے دنوں سے چمٹا ہوا وہ کر آدمی زیادہ سے زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکتا سب کچھ بھول جانے میں عافیت ہے۔ ہم ہر یاد کا گلا گھونٹ کر تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی کی دلہن سے بار بار بیاہ کرتے ہیں۔"

"لیکن کیا ایسا کر کے تم مطمئن ہو جاتے ہو؟"

"یقیناً ہو جاتا ہوں ——— تم نے دیکھا نہیں میں ابھی ابھی، کچھ دیر پہلے مطمئن تھا ——— فیوزے سے باہر نکلتے ہوئے میں نے سوچا تھا کہ باہر کی خنکی اور تمہارا ساتھ میرے نشے کو اوپر اٹھائیں گے لیکن تم نے بے وقت کی راگنی چھیڑ دی۔ اس سے اتنا تو ہو ہی گیا کہ میں نے تمہاری باتوں کا سنجیدگی سے جواب دے دیا۔ اور یہ سنجیدگی میرے نہ چاہنے کے باوجود تم نے مجھ پر مسلط کر دی۔ حالانکہ میں نے فیوزے میں اس بات کو کئی بار محسوس کیا تھا کہ تم بیٹھی بیٹھی کہیں کھو جاتی ہو ——— پھر کسی معمولی بات پر اس طرح قہقہہ لگاتی ہو جیسے کھل کر ہنسنا تمہاری فطرت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

اس کے باوجود میں نے تمہیں ماضی کے ریگستانوں میں بھٹکنے نہیں دیا ہے اور کھینچ کھینچ کر فیوزرے میں لے آیا ہوں ـــــ اگر میں تم سے پوچھ بیٹھتا کہ شانوجہ کا باپ کہاں ہے اور اس کے بعد تم سے پھر کچھ نہ پوچھتا تو بھی تمہیں رات بھر رلانے کے لیے کافی تھا۔ میں نے تمہارے پیارے لال کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا کہ وہ شانوجہ سے متعلق کوئی سوال نہ کرے ـــــ اس لیے کہ کسی عورت سے اس کے بچے سے متعلق جب اس کے شوہر سے ہم متعارف نہ ہوں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے ـــــ یہ شرافت کا تقاضہ بھی ہے اور اس عہد کے سچے عشق کا تقاضا بھی لیکن جب وہ جھیل پر تم سے پہلی بار ملا تھا اس وقت سے وہ جاننا چاہتا تھا کہ شانوجہ کا باپ کہاں ہے کون ہے ـــــ اس نے تمہارے متعلق ہنین سے تھوڑا بہت سُن رکھا ہے۔ کہتا تھا تم انٹر پاس ہو۔ کالج کی زندگی سے ایک ہی جست میں تم نے "فیوزرے" اور "بروڈلے" کے فاصلے طے کیے ہیں ـــ میں نے اس کو جھاڑ دیا تھا ـــــ ڈر تھا کہ میری آج کی رات تمہارے جذبات کے ہاتھوں ماری نہ جائے۔ اس لیے کہ جب عورت روتی ہے تو اس کے آنسو مرد کی جنسی آگ پر پانی کا نہیں تیل کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ آگ جو تیل ڈالنے سے بھڑک جاتی ہے جلد بجھ جاتی ہے اور سے مجھے تو اپنے لگائے ہوئے پیسے کی قیمت زیادہ سے زیادہ اس ایک رات ہی میں تم سے وصول کر لینی تھی۔"

"اب بھی کیا گیا ہے، وہ تو تم وصول کر سکتے ہو" کوشلیا نے بُرا مانتے ہوئے وار کیا۔

"سگریٹ ہیں تمہارے پاس؟" پیارے لال نے ڈیر بالڈ سے پوچھا جو لوٹ کر فیوز کے احاطے کی بیرونی دیوار سے لگا شاید پیشاب کر رہا تھا — جب وہ ڈیر بالڈ کی طرف بڑھا تو اس کو ڈیر بالڈ نے اپنی پتلون کا آخری بٹن لگاتے دیکھا — جب وہ قریب آ گیا تو ڈیر بالڈ نے کوشلیا سے کہا کہ وہ اس کی پتلون کی جیب سے سگریٹ کیس نکال کر پیارے لال کو پیش کرے۔

کوشلیا نے اپنا ہاتھ اس کی پتلون کی جیب میں ڈالتے ہوئے لمحہ بھر کو کچھ اس طرح محسوس کیا جیسے وہ یقیناً ڈیر بالڈ کی خوبصورت بیوی ہے جس کو وہ بہت چاہتا ہے۔ اور شانوجہ — شانوجہ — کوشلیا کا جی چاہا کہ بھاگ کر کہیں چلی جائے — اور ڈیر بالڈ تعاقب کرنے لگے تو چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتلائے کہ وہ ڈیر بالڈ کو جانتی ہے نہ شانوجہ کو — شانوجہ میرا بچہ نہیں ہے — میں تو وہ عورت ہوں — وہ عورت ہوں جسے لوگ جھیل کی پری کہتے ہیں اور کوئی بھی ایک معقول معاوضے پر مجھے اپنے ساتھ — اپنے ساتھ۔

"کہاں پہنچ گئی ہو" ڈیر بالڈ نے اس کو گدگدایا — "دیکھتی نہیں ہو"

پیارے لال سگریٹ کیس لوٹا رہا ہے۔"
وہ چونکی، سگریٹ کیس لے کر اس نے ڈیر بالڈ کی جیب میں اس طرح رکھ دیا کہ دیر ہونے پر جیسے اس کا ہاتھ جھلس جائے گا۔
پیارے لال نے فضا میں سگریٹ کے دھوئیں کے دائرے پھینکتے ہوئے ظاہر کیا کہ وہ کچھ بھی نہیں سوچ رہا ہے حالانکہ وہ ضرور کچھ سوچ رہا تھا — یکایک اس نے کہا — "میں سوچ رہا ہوں کیوں نہ رات ہی رات شہر لوٹ جاؤں، ایک ٹرک جانے والا ہے، ایک آدمی کی جگہ بھی ہے لیکن اس کو نکلنے تب ابھی دو گھنٹے ہیں۔ یہ دو گھنٹے جوں توں کر کے میں برودے میں کہیں گزار لوں گا۔"
"تمہیں یکایک یہ سب کچھ کیا سوجھا ہے" — ڈیر بالڈ نے پیارے لال کے کندھے پر اپنے مخصوص انداز میں ہاتھ دھرتے ہوئے پوچھا "کوشلیا کی رات بھر کی جدائی شاید تمہیں گوارہ نہیں۔ یا پھر میری رفاقت کھل رہی ہے گویا تم اچھے رقیب بننے کے اہل نہیں ہو۔"
نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے" — ڈیر بالڈ نے بڑی رکھائی سے کہا اور سگریٹ کا لمبا کش کھینچ کر دھواں ہوا میں پھینک دیا۔
"اچھا چلو آج رات کوشلیا میں تمہیں دے دیتا ہوں — اب کہو کیا کہتے ہو"

"نہیں جی یہ تو سراسر تم پر ظلم ہو گا۔" پیارے لال نے اس طرح کہا جیسے کہہ رہا ہو کہ ہاں یہ شرط مجھے قبول ہے۔

لیکن کوشلیا کے سینے میں ایک برچھی سی لگی ـــــ اس نے کلیجہ اس طرح تھام لیا جیسے سینے میں پیوست برچھی کو سنبھال رکھا ہو ـــــ کوندے سے اس کے ذہن میں لپک گئے ـــــ تم نے شانو جہ کو اٹھا کر کس چاؤ سے اپنے کندھے پر سلا لیا ـــــ تم نے اپنا کوٹ اتار کر کس پیار سے اس کو اڑھا لیا ـــــ تم نے اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکلوایا اور میں اپنے اطراف خوابوں کا ایک جال بن کر اس میں جا چھپی ـــــ ایک رات صرف ایک رات میں اس جال میں رہنا چاہتی ہوں جو میں نے بن لیا ہے ـــــ اور تم ـــــ تم مجھے پیارے لال کے پاس بطور تحفہ پیش کر رہے ہو ـــــ گویا تم مجھے خرید بھی سکتے ہو اور جب چاہو کسی اور کی گود میں پھینک بھی سکتے ہو ـــــ یہ حق تمہیں کس نے دیدیا ہے ـــــ کس نے دیدیا ہے۔ ذہن میں کوندوں کی لپک ختم ہوئی تو کوشلیا نے جیسے ہوش میں آکر ڈیر بالڈ کو دیکھا ـــــ اور وہ بم کی طرح پھٹ پڑی۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے دوسروں کے پاس پیش کرنے والے۔ میں کوئی مٹی کا کھلونا نہیں ہوں۔ اپنی مرضی کی مالک ہوں، جس کے ساتھ چاہے سو سکتی ہوں جب ساتھ چاہے نہیں ـــــ تم کوئی پیشہ ور دلاّل معلوم ہوتے ہو۔"

کوشلیا بڑھی — اس نے شانوجہ کو ڈیر بالڈ کی گود سے چھین لینا چاہا۔ لیکن ڈیر بالڈ نے شانوجہ کو چمٹائے رکھا اور ایک لفظ کہے بغیر سڑک پر بروڈلے کی جانب چل پڑا۔

تینوں نے راستے میں کوئی بات نہیں کی — بروڈلے گیسٹ ہاؤس کے قریب پہنچے تو کوشلیا نے محسوس کیا کہ ڈیر بالڈ ہانپ رہا ہے شانوجہ کو اٹھا کر اتنی چڑھائی چڑھنے میں وہ یقیناً تھک گیا ہوگا۔ کوشلیا نے اپنے اطراف پھر جال سا بننا شروع کر دیا — اس کا جی چاہا کہ ڈیر بالڈ کا سر اپنے زانو پر رکھ کر اس کے گنجے سر کو سہلائے اور اس سے کہے کہ سو جاؤ کہ تم تھک گئے ہو۔

نیوزے سے بروڈلے گیسٹ ہاؤس کا راستہ طے کرتے وقت وہ ڈیر بالڈ اور پیارے لال سے ہٹ کر الگ چلتی رہی — یہاں تک کہ جب وہ درختوں کے اس جھنڈ کے قریب پہنچے تھے تو اسے رات زیادہ سیاہ اور مہیب نظر آرہی تھی کیونکہ سڑک پر بجلی کے کھمبے کا بلب ٹوٹ گیا تھا اور اندھیرے بڑے گمبھیر ہو گئے تھے — گھنے درختوں کے نیچے سڑک بالکل چھپ گئی تھی۔ اور اوپر نگاہ اٹھانے سے آسمان پر تاروں کی کھیتی بالکل نظر ہی نہ آتی تھی۔ رات کو جب کبھی کسی مسافر کے ساتھ کوشلیا اس راستے سے گزرتی تھی تو اپنے ساتھی کے بالکل قریب ہو جاتی خواہ

راستے کا ملبہ جل ہی کیوں نہ رہا ہوتا اور نہ موڑ ہی میں کیوں نہ ہوتے ــــ ان درختوں میں اُس کو کھائی کی اس دوشیزہ کی روح اپنے محبوب کے انتظار میں بھٹکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی جس کی کہانیاں خوفناک کھائی سے وابستہ رہیں اور بروڈلے سے فیوزے تک جن کا چرچا ہے۔

ایک بوڑھا اپنی نئی نویلی دلہن کو سول میرج کر کے ہنی مون کے لیے بروڈلے ہاؤس لے آیا تھا۔ لڑکی اپنے میکے سے جتنا بن پڑا روپیہ اور زیور لے کر بھاگ آئی تھی۔ دس دن ساتھ رہنے کے بعد لڑکا زیور اور نقدی لے کر فرار ہو گیا۔ لڑکی کے پاس ہاتھ میں صرف ایک انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی بیچ کر تین روز تک وہ اپنے محبوب کے انتظار میں گزر بسر کرتی رہی۔ کوئی کہتا ہے کہ پانچ دن اُس نے انتظار کیا ــــ آنجہانی ٹھاکر بلرام سنگھ جو بروڈلے کا صدر چوکیدار تھا کہتا تھا کہ وہ بڑی پوتر لڑکی تھی۔ لڑکے کے چلے جانے کے بعد ٹھاکر اُس کو دن رات روتا ہوا دیکھ کر حیران رہتا تھا کہ آنکھیں اتنا جل، اتنا نیر کہاں سے لے آتی ہیں۔ اور جب یہ آنسو خشک ہوتے جب یہ نرمل جل سوکھا، تو لڑکی نے جیون نباہنے کی شکتی کھو دی ــــ شام کو بھری شام کو، اُس نے اُس کو کھائی میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا، اُس کھائی میں جس میں جھانک کر دیکھنا بھی کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ اور پھر اُس نے کوئی آواز تک نہیں سُنی۔ یہ سب کچھ اُس کی نظروں کے سامنے اس قدر چُپ

چاپ ہو گیا کہ نہ کوئی چیخ اُبھری اور نہ شام کا جادو ٹوٹا۔ آنجہانی ٹھاکر بلرام سنگھ کہتا تھا کہ "بیٹا کوشی" میں تو آج بھی اُس کی روح کو اُداس اُداس بر ندلے کے احاطے میں گھومتا ہوا دیکھتا ہوں۔ درختوں کے اس جھنڈ میں سر جھکائے کھڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ کھائی میں جست لگاتا ہوا دیکھتا ہوں۔

اور کوشلیا کو محسوس ہوا تھا کہ درختوں کی جھنڈ سے کوئی اُس کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن اُس نے نہ تو ڈیر بالڈ کا ہاتھ تھاما نہ اُس کے قریب ہی گئی —— پیارے لال تو خود ہی آگے آگے جا چکا تھا اور پھر اُس کی قربت کا تو کوئی سوال ہی نہ تھا —— اس وقتی اُداسی نے کوشلیا کو باہمت بنا دیا تھا، اتنا باہمت کہ وہ ڈیر بالڈ سے کچھ اور زیادہ پیچھے رہ جاتی تب بھی شاید نہ ڈرتی۔

نیوزرے سے باہر نکلتے وقت کوشلیا نے دیکھا تھا کہ جھیل کے پیلے گلاب ڈیر بالڈ نے اپنی قمیص کی جیب میں رکھ لیے تھے جو اب یقیناً نوٹوں اور کاغذوں کے نیچے دب کر مُرجھا گئے ہوں گے۔

آج کی رات کے لیے جب ڈیر بالڈ نے پیارے لال سے اُس کو جیتا تھا تو اپنا گلاب بھی پیارے لال نے ڈیر بالڈ کو یہ کہہ کر دے دیا تھا کہ اس کی پنکھڑیاں نوچ کر بستر پر کوشلیا کے نیچے بچھا دینا —— اور کوشلیا سوچ رہی تھی کہ ٹھاکر بلرام سنگھ جب تک زندہ تھا بر ندلے کا یہ دستور بن گیا تھا کہ لوگ جھیل سے جو پھول لے آتے وہ بر ندلے پہنچنے سے پہلے راستے میں اس خوفناک کھائی کی نذر

کر دیتے گویا کھائی کی دوشیزہ کے لیے یہ پھول محبت کا تحفہ ہوتے اور اس کے بعد بلرام سنگھ مسافروں اور ٹورسٹوں کے جوڑوں سے کہا کرتا کہ آج رات اُن کے لیے مسرتوں اور شادمانیوں کی رات ہوگی ___ لیکن لوگ آہستہ آہستہ اب اس دستور کو بھولتے جا رہے تھے ___ آنے والے مسافروں کو کھائی کی دوشیزہ کی آنکھوں دیکھی کہانی سُنانے والا بلرام کھو اکر جب سے سو رگباشی ہوا تھا کھائی کی داستان لوگوں کے ذہن سے محو ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن کوشلیا جب بھی کسی کے ساتھ ہوتی وہ اُس کو یہ کہانی ضرور سُناتی اور اُس کا ساتھی کھائی کی طرف پھول پھینک دیتا جو کبھی کھائی میں، کبھی قریب ہی آور پر گر جاتے ___ صبح کو اب بھی باسی پیلے گلاب کھائی کے دہانے پر دیکھے جاتے ہیں کبھی اُن کی تعداد بہت ہوتی تھی۔

کوشلیا کا جی چاہا کہ ڈیرہ بالڈ کو روک کر کہہ دے کہ جیب سے پھول نکال کر بیدھے ہاتھ سے کھائی کی طرف جتنی قوت سے پھینک سکتے ہو پھینک دو ___ ورنہ آج کی رات ہم ایک دوسرے سے محبت نہیں کر سکیں گے، کوئی شے ہمارے درمیان حائل ہو جائے گی ___ لیکن اس نے ڈیرہ بالڈ سے کچھ بھی نہ کہا حالانکہ آج تک جتنے مسافر آئے تھے ان کے تعلق سے کبھی بھی کوشلیا کے دل میں وہ جذبہ نہ اُبھرا تھا جو آج ڈیرہ بالڈ نے اس کے اندر بیدار کر دیا تھا اور جس کا نہ وہ صحیح تجزیہ کر پاتی تھی نہ کوئی صحیح نام دے سکتی تھی۔

برو ولے کے سب ہی کمرے بھرے ہوئے تھے۔ بعضوں کے دروازے بند تھے اور روشنیاں مدھم تھیں جو کھڑکیوں اور روشن دانوں سے چھن رہی تھیں ۔۔۔ ایک دو کمروں میں تیز روشنیاں اس بات کا ثبوت تھیں کہ ان میں لوگ یا تو تاش کھیل رہے ہیں یا پی رہے ہیں۔

پیارے لال پہلے ہی کمرہ نمبر ۳ پر پہنچ چکا تھا اور تالا کھول کر اندر بھی داخل ہو گیا تھا' باغ میں ادہر ادہر بکھرے ہوئے بجلی کے قمقموں کی روشنیاں چھوٹے بڑے درختوں کے گھنے اور کم گھنے سایوں سے مل جل کر گنگا جمنی کا سا دلکش سماں پیش کر رہی تھیں ۔۔۔ فضا میں پراسراریت سی چھائی ہوئی تھی۔

"شانو" کو کمرے میں سلا دو "کوشی" ۔۔۔ ڈیر بالڈ نے پتھر کے لمبے اور ٹھنڈے صوفے کی پشت پر ہاتھ ٹیک کر کہا اور جب وہ شانو جو کو اپنی گود میں لے چکی تو ڈیر بالڈ نے اپنا کوٹ اس کو پھر اڑھا دیا۔

"اس کی اندرونی جیب میں جیپ پرزپ لگی ہے بہت سے پیسے ہیں ذرا احتیاط کرنا ۔۔۔ ڈیر بالڈ نے کوشلیا سے کہا تو وہ جاتی جاتی رک گئی۔

"تم اپنے پیسے نکال کیوں نہیں لیتے"

"تم پاگل ہو گئی ہو ۔۔۔ زیادہ بکواس مجھے نہیں سننا ہے"

کوشلیا نے منٹ بھر ڈیر بالڈ کو گھور کر دیکھا ۔۔۔ اور سر جھکا کر شانو جو

کو اٹھائے چپکے سے کمرے کی طرف چلی گئی۔

پیارے لال کمرے میں نہیں تھا ـــــ وہ شاید لیوٹری میں ہوگا۔ کوشیلیا کو اس کی غیر موجودگی اچھی لگی ـــــ وہ ہوتا تو یقیناً مجھے تنہا پا کر کچھ نہ کچھ بات کرتا ـــــ اور میں کسی سے بات کرنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں ـــــ اس نے جھٹ سے شانوجہ کو پلنگ پر سلا دیا۔ پائنتی پڑا ہوا لحاف کھول کر اڑھا دیا اور کوٹ کندھے پر ڈالتے ہوئے اندرونی جیب کو احتیاط سے چھو کر اس نے دیکھ لیا کہ زپ برابر لگی ہوئی ہے۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئی

ڈیربالڈ ٹھنڈی پتھریلی بنچ کی پشت پر دونوں بازو پھیلائے ٹیک لگا کر بیٹھا ایک طرف کو گھور رہا تھا۔ اس کو خبر نہ ہوئی کہ کوشیلیا اس کے اس قدر پاس آگئی ہے۔

"کوٹ پہن لو ـــــ ٹھنڈی بنچ پر کب تک بیٹھے گے۔ اندر چلتے کیوں نہیں؟" ڈیربالڈ چونک کر جیسے دور سے لوٹ آیا۔ مجھے تو گرمی لگ رہی ہے۔ تم پہن لو کوٹ۔ آؤ تمہیں پہنا دوں۔"

اس نے بیٹھے بیٹھے کوٹ کو شیلا سے لے کر کھول دیا ـــــ کوشیلیا نے بغیر کچھ کہے اس کی جانب پشت کر کے ہاتھ آستینوں میں ڈال دیئے۔

"ایک کام ـــــ ڈیربالڈ نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔ "یہ چابیاں لے جاؤ۔ میرا سوٹ کیس کھول کر رم کا پائنٹ اس میں سے نکال لاؤ ـــــ

دو گلاس بھی لیتی آنا۔ تم نے میرا سارا نشہ ہرن کر دیا ہے ـــــ آخر تم مجھے اپنا کیا سمجھنے لگی ہو ـــــ اور ہاں سنو۔ بلونت کو بھی بلا لانا اگر وہ آنا چاہے۔"

"تو ان کا نام بلونت ہے۔"

"تم نے پیارے لال کی بجائے "ان" کہہ کر اشارہ کیا ہے ـــــ تم اس غریب سے بے وجہ خفا ہو۔"

"میں کسی سے خفا نہیں ہوں ـــــ میں کون ہوتی ہوں خفا ہونے والی"

"کچھ نہ ہو کر بھی تم خفا ہو جاتی ہو۔ یہی تو تمہارا کمال ہے۔"

"کچھ بھی ہو اب میں کمرے میں نہیں جاؤں گی ـــــ وہ یقیناً مجھے تنہا پا کر مجھ سے بات کرے گا اور میں کسی سے ہنسی مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تو پھر وہ اس وقت کہاں تھا جب تم گئی تھیں۔"

"وہ نہیں تھا۔ غالباً باتھ روم میں ہو گا۔"

"مسافروں اور ٹورسٹوں کا دل بہلانا جب تمہارا پیشہ ہے تو تمہیں اس قدر زود رنج نہیں ہونا چاہیئے۔"

"یہ میرا اپنا معاملہ ہے ـــــ ویسے میں اتنی زود رنج بھی نہیں ہوں لیکن میں کسی کی پاؤں کی جوتی بھی تو نہیں ہوں ـــــ اور پھر تم کیا مجھے اس لیے لے آئے ہو کہ میں تمہارا سوٹ کیس کھولوں، تمہارے لئے رم اور گلاس لاؤں۔ تمہیں پلاؤں۔ تمہارے پیسوں کی حفاظت کروں۔"

"یہ کام بہر حال نہ اتنا دقّت طلب ہے نہ ہی اس میں تمہاری کوئی توہین ہوتی ہے —— کیا برا ہے اگر تمہاری رات کا بڑا حصّہ ایسے ہی کاموں میں گزر جائے۔"

"کیوں بھلا —— تم مجھ پر کبھی اس قدر ترس کھاتے ہو۔ کبھی مجھے سرے سے عورت ہی نہیں سمجھتے تمہیں تو اس رقم کا حساب چکانا تھا نا جو تم نے بے دریغ لگائی ہے۔"

"وہ تو میں چکا ہی لوں گا —— اپنا اپنا طور طریق ہے۔ اپنا اپنا انداز —— تم سے تمہارا سراپا لئے بغیر، تمہارا جسم حاصل کیے بغیر بھی تو میں کچھ پا سکتا ہوں۔"

"کیا خاک پا سکتے ہو، میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آتا" —— اور کوشلیا نے بظاہر بیزاری سے لمبی جماہی لی۔

"پیو گی نا ——"

"ہاں پی لوں گی"

"تو پھر میں خود لے آتا ہوں —— اور ڈیر بالڈ اٹھ کر کمرے کی طرف چلا گیا۔

کوشلیا پتھر کی بنچ پر اس طرح بیٹھ گئی جیسے اسی بنچ کا ایک حصّہ ہو۔

ڈیر بالڈ جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں رم کے پائنٹ کے ساتھ صرف ایک گلاس تھا اور اس نے دوسرا کوٹ پہن رکھا تھا۔

"دوسرا گلاس مجھے نہیں مل رہا ہے۔ تم اس کوٹ میں پیاری لگ رہی ہو۔ ہم دونوں اسی گلاس میں پی لیں گے۔ شانو جہ سو رہا ہے اور بلونت نے بھی اپنے بستر پر لمبی تان لی ہے۔

ایک سانس میں اس نے یہ بے ربط جملے کہہ دیے تو کوشلیا ہنس پڑی۔

"بہت اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہے ہو۔"

"ایسی اوٹ پٹانگ بھی تو نہیں ——— سارے جملوں میں بس وہی ایک جملہ فٹ نہیں ہوتا ہے جو تمہارے حسن کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ تم شاید یہ چاہتی تھیں کہ میں پانچوں بار یہی جملہ بولتا رہتا ——— تم اس کوٹ میں پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں بہت پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں یقیناً بہت پیاری لگ رہی ہو ——— تم اس کوٹ میں" ———

"تم کیا مجھ سے کوئی فیصلہ کن لڑائی لڑنے کی ٹھان چکے ہو ———" کوشلیا نے جھلا کر کہا۔

ڈیریالڈ ہنس پڑا ——— کوشلیا کے ہونٹوں پر جھکتے ہوئے اس نے کہا۔

"غصے میں تمہارا حسن بہت تیکھا ہو جاتا ہے۔"

جب وہ سیدھا ہوا تو کوشلیا نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔"

ڈیر بالڈ اس سے بالکل لگ کر بیٹھ گیا ــــ اور گلاس میں رم ڈالنے لگا۔

"سوڈا نہیں ملایا؟" کوشلیا نے پوچھا

"سوڈا نہیں ہے جس قدر گنجائش تھی بوتل میں پانی بھر دیا ہے ــ تم ہلکا سا گھونٹ لو یہ ابھی تلخ ہو گی۔ مجھے معاف کر دو کہ یہاں اس وقت تمہاری پیتی بیر نہیں پیش کر سکتا۔"

کوئی بات نہیں اس وقت تو میں تمہارے ہاتھ سے زہر بھی پی سکتی ہوں"۔

"تم جانتی ہو کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" ــــ

"اچھی طرح جانتی ہوں"

"تم نے کسی مسافر سے ایسی بات نہیں کی ہو گی"۔

"قطعی نہیں کی ہے ــــ میرا جسم سب کا سہی۔ میرا دل سب کا نہیں ہو سکتا"۔

"تو یہ دل اب میرا ہو گیا ہے"

"یہ میں نے کب کہا"۔

پھر تم زہر میرے ہی ہاتھ سے کیوں پیو ــــ ہینسن کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو۔ اپنے پیارے لال کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو ــــ اس بیرا کے ہاتھ سے کیوں نہ پیو جو تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اس کی پہنچ سے باہر ہو ــ"

"لاؤ ــــ مجھے پریشان مت کرو ــــ" کوشلیا نے اس کا ہاتھ اپنی

گرفت میں لے لیا جس میں ڈیر بالڈ گلاس تھامے ہوئے تھا ـــــ ڈیر بالڈ نے اس کے ہونٹوں سے گلاس لگا دیا تو کوشیلیا نے دو تین بڑے بڑے گھونٹ لے لیے اور ڈیر بالڈ نے گلاس اس کے ہونٹوں سے ہٹا لیا ورنہ شاید وہ سارے کا سارا خالی کر دیتی۔

"تلخ ہے نا" ـــــ ڈیر بالڈ نے پوچھا۔

"ہاں بہت تلخ ہے ـــــ لیکن تم سے کم ـــــ اثر بہت اچھا ہے۔ تمہارے اثر کی طرح"۔

ڈیر بالڈ مسکرا کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"بہت زیادہ گہری ہیں ـــــ اس جھیل سے زیادہ جس میں تم بجرہ لے کر ڈولتی رہتی ہو"۔

"ابھی تو تم جھانک رہے ہو ـــــ ڈوب کر دیکھو گے تب پتہ چلے گا تمہیں"۔

"ایک بار ڈوب جاؤں گا تو پھر ابھر سکوں گا؟"

"یہ تم جانو ـــــ میں صرف گہرائی سے آگاہ کیے دیتی ہوں"۔

"تو کیا تم ہر مسافر کو اس کی گہرائی سے آگاہ کیا کرتی ہو؟"

"بالکل نہیں ـــــ کوئی جھانک کر دیکھنے کی بھی تو زحمت نہیں کرتا۔ بھلا اُس کو کیا خاک گہرائی سے ڈراتیں گی ـــــ وہ تو تم اپنی جان کی بازی لگا رہے ہو سو تمھیں واقف کرا دیا ـــــ" اور وہ بھرپور انگڑائی لے کر ہنس پڑی۔

ڈیر بالڈ نے گلاس خالی کر دیا تو وہ کہنے لگی ــــ "لاؤ ــ مجھے اور دو ــــ اس کا حلق سے اُترنا ہی مشکل ہے اور جب اُتر جاتی ہے تو آدمی کے پر لگ جاتے ہیں۔"

"اور جب عورت کے پر لگ جاتے ہیں تو؟

"عورت بہت خطرناک ہو جاتی ہے ــــ یہی کہنا چاہتے تھے نا۔"

"وہ تو تم خود کہہ رہی ہو۔"

"اپنے دل کی بات دوسرے کی زبان سے سُن کر تمھیں تسلی ہوئی ہو گی۔ ہے نا ــــ لاؤ مجھے اور تھوڑی سی پلاؤ ــ تنگ نہ کرو۔"

ڈیر بالڈ نے اُس کو اپنے بہت قریب کھینچ کر کہا ــــ "دھیرج سے ــــ آہستہ آہستہ اس ظالم کے ساتھ چلو۔ ــ اتنی بکٹٹ جاؤ گی تو اس خوبصورت سے جسم کا کیا ہو گا ــــ تم کل ہی سے بیر چھوڑ کر رم کی ہو رہی ہو ــــ بہت جلد باز ہو ــــ پتہ نہیں اسی جلد بازی میں تم نے کتنوں کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔"

کوشلیا ڈیر بالڈ کے سینے پر سر تقریباً رکھ چکی تھی ــــ اُس نے سر ہٹا لینا چاہا تو ڈیر بالڈ نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر سینے سے لگا لیا۔

اُس نے بالڈ کی گردن میں باہیں ڈال کر اپنی طرف جھکایا ــــ "تم یقین کرو میں نے کسی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ہر مسافر کے ساتھ قدم قدم ضرور چلتی ہوں ــــ کوئی جی دار ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ سو پچاس قدم چل لیتی ہوں لیکن

پھر ہونا وہی ہے، جو میرا اور مجھ جیسی عورتوں کا مقدر ہے ـــــ گھنے سائے پل بھر میں سمٹ جاتے ہیں۔ چنار کی کرنیں دھوپ چھینکتی ہیں، پھر آگ پھینکتی ہیں اور سب کچھ پل بھر میں جھلس جاتا ہے۔ نہ ہی جھیل، نہ ہی قادر آف نہ ہی لیک، نہ ہی بجرہ، نہ ہی میں اور وہی شانو جو رہ جاتے ہیں۔ پھر میں ہر آنے والے کو پیلا گلاب دیا کرتی ہوں۔"

"تمھارے خیال میں تم میرے ساتھ کتنی دور تک آئی ہو؟"

"میں نے تمھارے ساتھ ابھی تک قدم بھی نہیں اٹھایا ہے۔ دوری کا کیا سوال ـــــ تم اپنے تعلق سے اس قدر رجائی ہوتے ہوئے بھی گنجے ہو۔"

"گنجا ہو کر صرف جی ہی نہیں رہا ہوں بلکہ تم سے عشق لڑا رہا ہوں ـــــ اور یہ رجائیت ہی ہے، جو بال جانے کے باوجود آنکھ مارنے سے نہیں چوکتی ـــــ ورنہ تم جیسی لڑکیاں جھنجھنا بنا کر بجاتیں اور ہوا میں پھینک کر بھول جاتی ہیں"

کوشلیا ہنس پڑی ـــــ اُس نے اپنا چہرہ ہارالڈ کے کوٹ کے اندر چھپا لیا اور اپنی ناک سے اُس کے سینے اور پیٹ کے درمیان گدگدانے لگی۔

ہیرالڈ نے موقع کو غنیمت جان کر شراب گلاس میں انڈیلی ـــــ لیکن آواز سن کر کوشلیا نے کوٹ کے اندر سے چہرہ نکالا۔

"چور کہیں کے ـــــ مجھے جُل دیتے ہو؟"

"چور نہیں ہوں ـــــ چاہنے والا ہوں ـــــ تیز پی رہی ہو، جو پیٹ

ہو جاؤ گی میں کہاں لاش کی طرح اُٹھائے اُٹھائے پھروں گا۔"

"پھینک دینا کہیں۔"

"یہی تو ممکن نہیں ہے ــــ ورنہ کیا بات تھی ــــ پھینک جاتا۔"

"اچھا تھوڑی سی پلا دو" ــــ اور دونوں ہاتھوں سے گلاس مضبوطی سے پکڑ کر کوشلیا نے ڈیر بالڈ کے ہاتھ اپنی طرف کھینچے جن کی گرفت گلاس پر پہلے ہی سے مضبوط تھی اور بہت کوشش کر کے اُس نے دو تین گھونٹ لے لیے۔

"تم سچ کس وقت بولتی ہو؟" ــــ ڈیر بالڈ نے بچی ہوئی شراب پی کر اُس سے پوچھا۔

"اُس وقت جب مرد جھوٹ بولتے ہیں۔"

"اور جب مرد سچ بولتے ہیں؟"

"میں خاموش رہتی ہوں۔ سچائی کی تلاش میں دُور دور تک بھٹکتی ہوں اور مایوس لوٹ آتی ہوں۔"

"میں پوچھ سکتا ہوں ــــ شانوجہ کے باپ کے ساتھ تم کتنی دُور چل چکی ہو۔"

"میں آج بھی اُس کے ساتھ چل رہی ہوں ــــ سوتے جاگتے کئی کئی بار اُس کے ساتھ ہو جاتی ہوں ــــ پھر جھنجھوڑ کر خود کو بیدار کرتی ہوں ــــ اور بھاگ آتی ہوں اور تم مرد میری اس مجبوری سے فائدہ اُٹھاتے ہو ــــ تم لوگ جان جاتے ہو کہ مجھ میں جو عورت چھپی ہوئی ہے وہ ابھی پوری طرح بیسوا نہیں

بن سکتی ہے۔ میں خوابوں میں جیتی ہوں تو مجھے سکون بھی ملتا ہے اور جب یہ خواب ٹوٹتے ہیں میں تلملا کر تڑپ کر بھی رہ جاتی ہوں، مگر اُف تک نہیں کر سکتی ـــــ کسی کو کیا بتلا سکوں گی کہ خواب ٹوٹ گیا ہے ـــــ بھلا کون سمجھے گا اور کسی کو کیا پڑی ہے کہ سمجھے بھی۔"

"تمھارا کوئی خواب ابھی ابھی ٹوٹا ہے؟"

"ہاں ـــــ وہی خواب جو تم نے دکھایا تھا ـــــ شانوجہ کو گود میں لے کر ـــــ اُسے اپنا کوٹ اُڑھا کر ـــــ اپنی جیب سے سگریٹ کیس نکلوا کر ـــــ پھر تم نے اس دنیا کو منٹ بھر میں برباد کر دیا جس کو میں نے عورت، بیوی اور ماں کے سارے جذبوں کا گارا نے کر بنایا تھا اور آپ ہی آپ بسانے لگی تھی ـــــ لیکن تم یا تو بہت پیارے ہو یا منجھے ہوئے کھلاڑی ہو ـــــ برندلے کی چڑھائی چڑھتے ہوئے تم ہانپنے لگے۔ شانوجہ کو اس کے باوجود احتیاط سے چمٹائے رکھا ـــــ اپنا کوٹ اس کو برابر اڑھاتے رہے۔ پھر تم نے مجھ سے کہا۔ جیب میں بہت سے پیسے ہیں۔ احتیاط کرنا ـــــ مجھے اس طرح ڈانٹا جیسے چوم رہے ہو ـــــ اس طرح اپنا کوٹ مجھے پہنایا جیسے اپنا آپا نچھاور کر رہے ہو ـــــ اور میں نے پھر خوابوں کی دنیا تعمیر کر لی ہے ـــــ خوابوں کی اس دنیا میں بھی محبت جھوٹ کے منھ پر تھوک دینے کی حسرت لیے بیٹھی ہے لیکن جھوٹ اتنا خوبصورت ہے، اتنا حسین کہ پہچانا نہیں جاتا۔"

"تم پہچان کر بھی کیا کرو گی؟"

"مجھے کچھ کرنا نہیں ہے ـــــ لیکن شانوجہ کو زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ میں چاہتی ہوں اُس کی خاطر ـــــ میرے شانوجہ کی خاطر کوئی میرا ہاتھ پکڑے اور میں اُس کے ساتھ شانو کو لے کر اس ماحول سے بہت دُور نکل جاؤں ـــــ اس زندگی سے بہت دُور نکل جاؤں، اتنا دُور کہ شانو بڑا ہو جائے تو یہ بات بھی اُسے معلوم نہ ہو کہ اُس کی ماں نے جو کچھ دولت اُس کی تعلیم و تربیت کے لیے جمع کی ہے وہ اس طرح جمع کی گئی ہے جس طرح میں کرتی رہی ہوں۔"

"میرے ساتھ چل سکو گی؟"

"مجھ سے نہیں اپنے آپ سے پوچھو ـــــ اپنے دل سے پوچھو کہ وہ مجھے کتنی دُور لے جا سکے گا۔"

"اور اگر میں تم سے کہہ دوں کہ تم سچائی سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لیتی رہی ہو۔"

"کہہ سکتے ہو ـــــ یقیناً اس راستے پر میں اپنی مرضی سے چل پڑی تھی ـــــ لیکن اب پاؤں شل ہو گئے ہیں ـــــ"

"سوال یہ نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ تم نے یہ راستہ چُنا ہی کیوں؟"

"چُنا نہیں ہے ـــــ شانوجہ کا باپ مجھے ان راستوں پر بھٹکتا ہوا چھوڑ گیا ہے۔ بجرے والا کا جانتا ہے، جھیل جانتی ہے۔ چاندنی راتیں جانتی ہیں، وہ بجرہ

جانتا ہے، جس بچھڑے میں شانوجہ کا دل ایک ماں کی کوکھ میں پہلی بار دھڑکا تھا۔"
"ہینسن بھی جانتا ہوگا۔"
"ہینسن کچھ نہیں جانتا، اُس کا قیوزے بھی نہیں، بروزلے بھی نہیں ـــــ ہاں ایک اور چیز جو آج نہیں تو کل جان لے گی اور وہ ہے وہی خوفناک کھائی جس میں گلاب پھینک دینے کے لیے میں تم سے التجا بھی نہ کرسکی ـــــ لیکن اُٹھو ڈیر، اب چلو بھی میرے ساتھ۔ ہم اس بلندی ہی سے اپنے گلاب کھائی میں پھینک دیتے ہیں۔"
"کیا ہوگا اس سے؟"
"کچھ نہیں ہوگا ـــــ لیکن آدمی کو جھوٹی تسلّی بھی کہاں ملتی ہے ـــــ یہ بھی کیا کم ہے کہ تم کھائی میں گلاب پھینکنے کے لیے راضی تو ہوگئے ـــــ تم نے میرے لیے اتنا تو کیا۔ تم سرابوں کے قائل نہیں ہو ـــــ زندگی لق و دق ہو تو سراب ہی سب کچھ ہو جاتے ہیں۔
"لیکن بلونت کا پھول میں کھائی میں نہیں پھینکوں گا ـــــ اُس نے کہا تھا کہ پنکھڑیاں نوچ کر تمھارے نیچے بچھا دوں۔"
"وہ تم کرلینا ـــــ بیچارے پیارے لال کی حسرتیں بھی پوری ہو جائیں۔"
"لیکن میں اپنے اندر بلونت کے پھول میں تمیز کیسے کرسکوں گا ـــــ ہوسکتا ہے کہ میں بلونت کا پھول کھائی میں پھینک دوں اور اپنا پھول نوچ کر تمھارے

نیچے بچھا دوں۔"

پھینکتے وقت ہم دونوں جس پھول کو چھو لیں گے ہمارا پھول وہی ہو گا۔ اس کے بعد مجھ میں یہ احساس مکمل ہو جائے گا کہ میں رات بھر کے لیے تمہاری محبوبہ ہوں، بیوی ہوں۔"

ڈیربالڈ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

"پگلی کہیں کی ـــــ" اس نے پیار سے کوشی کے گال کو چوم کر کہا۔

"پگلی نہ ہوتی تو اس زندگی سے نباہ کرنا کوئی آسان کام تھا۔"

"تم عورتیں خود اس راستے پر چلتی ہو ـــــ اشاروں سے مردوں کو نچاتی ہو ـــــ ہر وہ چیز حاصل کرتی ہو جو تمھاری مرضی ہے، تمھاری خواہش ہے یا پھر تمہاری ضرورت ہے اور پھر خود کو مظلوم بنا کر ہم مردوں کے سامنے پیش کرتی ہو کہ ہم اپنے ظلم کا تماشہ دیکھیں اور تہمت اپنے سر اوڑھ لیں۔"

"تم اس طرح دل شکنی پر کیوں اُتر آئے ہو ـــــ آخر تم چاہتے کیا ہو" کوشلیا نے بگڑ کر سیدھے بیٹھتے ہوئے کہا۔

ڈیربالڈ نے اُس کو کھینچ کر سینے سے لگا لیا ـــــ "تمھیں خفا کرنا چاہتا ہوں۔ غصّے میں تمہارا ابھرا ہوا حُسن دیکھنا چاہتا ہوں اور اسی عالم میں تمہیں چومنا چاہتا ہوں ـــــ جی چاہتا ہے کہ تم کوئی ایسی ناقابلِ تسخیر چیز بن جاؤ جسے حاصل کرنے کے لیے مجھے طاقت کا مظاہرہ کرنا پڑے ـــــ ہوشیاری

اور مکاری دکھانی پڑے ـــــ اُس وقت جب تم غیظ و غضب کے عالم میں اپنے نازک ہاتھوں سے میرا گریبان پکڑ کر اُس کی دھجیاں کرنا چاہو، میں تمہارے کپڑے اُتارنے کی کوشش کروں۔"

"یہ کیسی خواہش ہے؟"

"پتہ نہیں ـــــ میں خود نہیں جانتا کہ یہ کیسی خواہش ہے۔ یہ شاید کسی ایسے مرد کی خواہش ہے جو پیسے کے بل بوتے پر تمھیں اور تمہاری بہنوں کو حاصل کرتا رہا ہے ـــــ وہ چیز جو حاصل ہوتی رہے پھر اُس میں رہ ہی کیا جاتا ہے۔"

"تم بیک وقت کتنے نرم اور کتنے سخت ہو۔"

"میری بیوی بھی یہی کہتی ہے ـــــ لیکن تمہارے قبیلے کی عورتیں مجھے ظالم سمجھتی ہیں اور دوسروں کی بیویاں مجھے نیک اور نرم۔"

یکایک وہ اُچھل کر ڈیرالڈ کی آغوش سے جدا ہوئی اور تڑپ کر اُٹھ کھڑی ہوئی، وحشیانہ آنکھوں سے اُس نے ڈیرالڈ کو دیکھا اور قریب قریب چلا کر کہا۔

"سُنو ـــــ سُنو" وہ شانوجہ کی آواز ہے۔ یقیناً یہ میرا شانوجہ ہے ـــــ میں نے اُس کی یہ آواز پہلے بھی سُنی ہے"۔ اور وہ ایک لمحہ انتظار کیے بغیر دیوانہ وار کمرے کی طرف بھاگنے لگی۔ اُس کے پیر اُس کے ڈھلکے ہوئے،

ں اُلجھ گئے ـــــ اُس کی لمبی لمبی ناگنوں کی طرح لہراتی زلفیں بل
رکھیلتی رہیں۔ پھر کچھ سنبھل کر وہ اور بھی تیز دوڑنے لگی۔
ریر بالڈ حیران تھا۔
حہ بھر کو اُس نے سوچا کوشلیا کوئی نیم پاگل لڑکی تو نہیں ہے اور
عبیدت میں تو نہیں گرفتار ہو رہا ہے ؟
یکن لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا بلکہ قریب قریب دوڑتا ہوا جب وہ کوشلیا
ب پہنچا تو وہ اپنے کمرے کے دروازے پر، جو اندر سے بند تھا ٹکرا رہی
پہلے اُس نے دروازہ خوب پیٹا پھر اُس بائیں اور سیدھے بازو پر
جھ کے کر خود کو دروازے سے ٹکرایا ـــــ چٹخنی کسی خرابی کی وجہ سے
روز کھل گئی ـــــ دروازے کے پٹ اُس وقت آواز دے کر کھلے جب
ری قوت سے دروازے سے ٹکرائی تھی ـــــ کوشلیا کمرے میں

۔
شا نوجہ کا نیکر بھی نیچے پڑا ہوا تھا اور وہ پیارے لال کے بستر پر ننگا پڑا
رہا تھا۔
کوشلیا کی آنکھوں میں زمانے بھر کی وحشت جیسے پناہ لینے کے لیے چلی
ہیں۔ اُس کی آنکھیں گھائل ہرنی کی طرح وحشیانہ تھیں ـــــ اُس نے پھیلی
آنکھوں سے بلونت کو دیکھا جو جلدی جلدی پتلون پہن رہا تھا ـــــ وہ جست

لگا کر اُٹھی اور بلونت پر جھپٹی۔ اُس نے تابڑ توڑ دو چار مُکّے اور تھپّڑ بھی اُسے جڑ دیے۔

ڈیر بالڈ نے بیچ بچاؤ کیا ـــــ وہ کوشلیا کو اپنی باہنوں میں کس لیتا اور وہ پھر بپھر کر نکل جاتی ـــــ آخرش ڈیر بالڈ نے بلونت کو کمرے کے باہر ڈھکیل دیا اور دروازہ بند کر کے کوشلیا کے کپڑے اُتارنے کی کوشش کرنے لگا جس سے کوشلیا غصّہ کے عالم میں بے خبر تھی۔

افواہیں گرم تھیں کہ شانوجہ برہن بستی ہی کے کسی گھر میں چھپا ہوا ہے۔ نیوز کے ہینسن کے ملازم یعنی فیوزے کے اُس بیرے نے جو کوشلیا کو حسرت سے آج بھی تکا کرتا ہے یہ بتلایا کہ خاتون کی ٹولی کے اسّی سالہ صدر کے چالیس سالہ سب سے چھوٹے بیٹے نے شانوجہ کو رکھ لیا ہے جس کا شہر میں گنہ زاری کا دھندا ہے۔ کوشلیا کی ہمدردی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے فیوزے کا یہ بیرا ہینسن سے دو روز کی چھٹی لے کر برہن بستی کو جا رہا تھا ـــــ اُس نے ہینسن کو چھٹی لینے کی وجہ بھی نہیں بتلائی تھی۔ لمبی مدّت کے لیے چھٹی لے کر وہ بیوی بچوں میں کچھ ہی دن پہلے ہو آیا تھا اس لیے اُمید نہ تھی کہ ہینسن بغیر تنخواہ وضع کیے مزید دو روز کی اُس کو چھوڑ دے گا۔ اُس نے اچھی خاصی اداکاری کی ـــــ اُس نے شہر سے

ـ انے کا انتظام کر لیا۔ تار آیا تو وہ فیروزے ہی میں کاؤنٹر پر ہینسن کے سامنے
نا ہینسن ہی نے تار وصول کیا اور اُس کی طرف بڑھایا تو بہت فکر مند
س نے کہا کر آپ ہی پڑھ دیجئے ـــــ لکھا تھا۔
" ماں مر گئی ہے ـــــ فوراً چلے آؤ۔"
ہینسن نے کچھ سوچ کر کہا۔
" تمہاری ماں کی حالت بہت خراب ہے۔ بچنے کی اُمید کم ہے تھیں
ہے۔"
صمصام دین جو فیروزے کے گاہکوں کے لیے صرف بیرا تھا اور ہینسن کے
سن، کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑا رہا پھر دو آنسو اُس کے گالوں تک
ـ پھر اُن کے پیچھے اور آنسو ڈھلک آنے میں کامیاب ہوئے اور پھر وہ
ہ رونے لگا۔ گاہکوں میں سے ایک نے جو قریب ہی کی میز پر بیٹھا ٹوتھ
سے دانتوں میں پھنسا ہوا گوشت نکال رہا تھا ہاتھ کے اشارے سے ہینسن
ر اُس کے رونے کی وجہ پوچھی۔
" تیمسن کی ماں مر گئی ہے بچاری۔"
صمصام دین چونکا ـــ " مر گئی ہے؟ ـــ سچ بتاؤ زندہ ہے یا مر گئی؟
ابھی تو آپ نے بتایا تھا کہ اُس کی حالت بہت خراب ہے ـــ تار میں
ا ہے؟ ـــ کیا لکھا ہے تار میں ـــ! اور صمصام دین اسی جگہ

پھُوٹ کر رونے لگا۔

"صبر کرو ہیمن، صبر کرو ـــــ اور جاؤ پہلی بس پکڑ لو۔"

ہیمنن نے اُس کے کندھے کو دبا کر کہا اور کاؤنٹر کی دراز کھول کر دس دس کے دو نوٹ نکال کر اُس کے ہاتھ پر رکھ دیے ـــــ کہنے لگا۔

"رکھ لو ـــــ کام آئیں گے ـــــ میں ہر ماہ تنخواہ میں سے کچھ کاٹ لیا کروں گا۔"

"شکریہ سر ـــــ" صمصام دین نے اپنی آنکھوں کی چمک کو چھپاتے ہوئے کہا جو دو دو نوٹ دیکھ کر بھٹکے ہوئے جگنو کی طرح اُس کی آنکھوں میں چلی آئی تھی ـــــ اُس نے بے دلی سے نوٹ پتلون کی نچلی جیب میں رکھ لیے۔

جب وہ جھیل کے کنارے پیٹوس کے جھونپڑے میں کوشلیا سے ملنے کو آیا تھا تو اُس کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر ہی اُس کے استقبال کے لیے کوشلیا باہر نکل آئی تھی۔

صمصام دین بہت ہمدرد آدمی ہے ـــــ کوشلیا ادھر کچھ دنوں سے سوچ رہی تھی اور وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے بلکہ دل ہی دل میں مجھے چاہتا ہے ـــــ غریب ہے اور خالی جیب لے کر چونکہ مجھ تک پہنچ نہیں سکتا، میرے دکھ درد میں حصہ بٹاتا ہے تاکہ محبت اور ہمدردی دے کر مجھے اپنی طرف ملتفت کر سکے اور میں اُس کی اس کمزوری اور ناداری سے پوری طرح لطف اُٹھا رہی ہوں۔

اُس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور جھونپڑے سے باہر نکل آئی۔ صمصام زین قریب پہنچ گیا تو وہ مسکرانے لگی اور یہ بھول گئی کہ اُس نے ابھی ابھی ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"چھٹی مل گئی صمصام؟" کوشلیا نے بڑے پیار سے پُوچھا۔

"ہاں مل گئی ہے" — صمصام نے جو کچھ دیر پہلے فیوز رے باونڈ کے کاونٹر پر کھڑا سسکیاں لے رہا تھا، بچوں کی طرح خوش ہوکر کہا۔

"بھلا ہینسن کیسے راضی ہوگیا صم؟"

صمصام زین کوشلیا کی چھاتیوں کو تک رہا تھا جو کُرتے اور محرم میں چھپی ہوئی تھیں لیکن جن پر آنچل پڑا ہوا نہ تھا۔

اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر کوشلیا نے شریر نظروں سے صمصام زین کو دیکھا — صمصام زین ہوش میں آیا اور شرما کر نظریں جھکا لیں تو کوشلیا نے پھر پُوچھا —

"بھلا ہینسن کیسے راضی ہوگیا صم؟"

صم، صم، صم — اس مختصر نام میں کتنی دلکشی ہے۔ کوشلیا نے پہلے بھی صم ہی کہا تھا لیکن صمصام زین نہ چیزیں نہ دیکھ رہا تھا جو اب کوشلیا کے دونوں ہاتھوں کی صلیب کے نیچے چھپی ہوئی تھیں اور اس چاہت سے پکارے جانے کی طرف توجہ ہی نہ دی تھی۔ اب اُس کو کوشلیا کی زبان سے صم بہت پیارا

لگا ــــ اُس کا جی چاہا کہ وہ بھی اُس کو پُکارے ــ کوشی ــ جیسے بہت سارے گاہک فیروزے میں اُس کے ساتھ پی کر اُس کو پکارتے رہے ہیں اور صمصام دین کھڑا پلٹ پلٹ کر ہمیشہ دیکھتا رہا ہے کہ روپیہ کوشلیا کو منٹ بھر میں کس طرح کوشی بنا کر رکھ دیتا ہے۔

"تم کہاں ہو ــــ سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟"

صمصام دین اس طرح چونکا جیسے بڑی رات کو فیروزے میں اُونگھتے وقت گاہکوں کی گھنٹی کے تسلسل پر چونک پڑتا ہے ــــ اور وہ بچوں کی طرح باچھیں کھول کر ہنسنے لگا۔

"کچھ بتاؤ بھی صم"

صم صم صم ــــ اس صم نے تو صمصام دین کو کہیں کا نہ رکھا تھا۔ لیکن اب کی بار اُس نے اپنے اوپر قابو رکھا۔

"میں نے شہر کے ایک دوست کو چٹھی لکھی تھی کہ وہ تار کے ذریعہ میری ماں کے مرنے کی اطلاع دے، سو اُس نے دے دی"

"ہائے اللہ ــــ ماں سُنے گی تو کیا کہے گی صم"

پھر صم ــــ

صمصام دین کوشلیا کو اس طرح تکنے لگا جیسے بچہ دوکان میں دھرے ہوئے کھلونے کو تکتا ہے۔

"ماں تو اسی وقت مرگئی تھی جب میں پیدا ہوا تھا" ـــــ صمصام دین نے انکشاف کیا۔ پھر میں ماں کو کئی بار جلا کر مارتا رہا ہوں ـــــ اسکول میں بھی میں نے کئی بار اس کو مار دیا تھا۔ لیکن وہ میری مدد کرنے کو پھر زندہ ہوگئی تو آج مار دیا۔"

کوشلیا کو یوں لگا جیسے سب بچے ماؤں کو اسی طرح مارتے ہیں اور شانوجہ تو اس کو تڑپا تڑپا کر مارنے کے درپے ہے۔

"خرچ کے لیے یہ رکھو" ـــــ بند مٹھی صمصام دین کی طرف بڑھاتے ہوئے کوشلیا نے کہا تھا۔

"میرے شانوجہ کو کسی طرح لے کر آؤ صم۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گی!"

لیکن صمصام دین نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کوشلیا کا ہاتھ روک دیا اور کہا ـــــ

"پیسے میرے پاس ہیں اور میں یہ سب کچھ پیسوں کے لیے نہیں کر رہا ہوں ـــــ!"

"میں جانتی ہوں ـــــ سب کچھ جانتی ہوں۔"

صمصام دین کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں ـــــ "تم جانتی ہو تم سب کچھ جانتی ہو ـــــ کیا جانتی ہو تم؟ ـــــ اور وہ شانوجہ کی

تلاش میں برہمن بستی کے لیے روانہ ہو گیا۔ تب بھی ہر ہر قدم پر اُس کے کانوں میں کوئی کہہ رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں صم۔"

اور دو روز کے بعد آج جب وہ واپس آیا تھا تو اُس نے بڑے ہی رازدارانہ طور پر کوشلیا کو بتلایا تھا کہ شانوجہ کو اسّی سالہ خاتون کے صدر کے چالیس سالہ بیٹے نے رکھ لیا ہے اور شانوجہ اب زنانے کپڑے پہنتا ہے' ساری باندھتا ہے اور چوڑیاں بھی اُس نے پہن رکھی ہیں۔ وہ لپ اسٹک بھی لگاتا ہے ـــــ یہاں تک کہ ـــــ یہاں تک کہ ـــــ سینے پر کچھ اُبھار سا پیدا کر کے اُس نے ـــــ اُس نے پستان بھی بنا لیے ہیں۔"

آخری جملہ جلدی سے کہہ چکا تو صمصام زین پسینہ پسینہ ہو رہا تھا ـــــ ایک تو کوشلیا کا قرب ـــــ اتنا قرب کہ وہ اُس سے بہت آہستہ آہستہ باتیں کر رہا تھا، اتنا آہستہ کہ سوائے کوشلیا کے کوئی نہیں سن سکتا تھا اور پھر باتیں بھی ایسی کہ ـــــ لیکن صمصام زین نے جب کوشلیا کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ سر جھکائے بیٹھی تھی اور اُس کی آنکھوں سے جھڑی لگی ہوئی تھی۔

صمصام بھی خاموش رہا اور دیر تک زمین پر اُنگلی سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچتا رہا۔

کوشلیا نے جب خود کو کچھ سنبھالا تو اُس نے صمصام سے دریافت کیا کہ

آیا وہ شانوجہ سے مل سکا ہے۔

صمصام نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا کہ شانوجہ سے ملنا بہت مشکل ہے ـــ گھر پر جو نوکر چاکر ہیں اُن میں سے بہت سوں کو ابھی اس کا علم بھی نہیں ہے کہ شانوجہ کوئی لڑکا ہے۔ وہ تو صرف اس حد تک جانتے ہیں کہ خان ایک چھوکری اُٹھا لایا ہے جو اس کے چند روز کے لیے تفریحاً یہاں آئی ہے اور پھر شہر چلی جائے گی ـــ اور وہ کوئی بھی ہو۔ بہرحال ان کی مالکن ہے اور سب کے سب اس نئی مالکن کے اشارے پر دوڑتے تھے۔

کچھ رُک کر وہ پھر کہنے لگا ـــ "میں صرف ایک بار شانوجہ کو دیکھنے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ اُس نے مجھ کو دیکھا نہیں اور میں دیکھ کر بھی اُس کو پہچان نہ سکا ـــ پہرے دار نے مجھ کو چھپا لیا تھا کیونکہ رات ہوٹل میں بہت سا پیسہ میں نے اُس پر خرچ کیا تھا ـــ اُس نے مجھ سے صرف اتنا کہا کہ یہی وہ لڑکی ہے جو آج کل مالک کی منظورِ نظر ہے ـــ اشاروں سے اُٹھاتی اور بٹھاتی ہے اور مالک اُس کو خوش کر کے بہت خوش ہوتا ہے۔ ـــ چھوٹا خان، سُرخ و سفید تحیم شحیم آدمی ہے ـــ شانوں تک بال ہیں جو بہت سلیقے سے کٹے ہوئے ہیں ـــ شانوجہ اُس کے پہلو میں بہت قریب ہو کر موٹر میں بیٹھ گیا تھا اور وہ بڑی محبت سے اُس سے کچھ پُوچھ رہا تھا ـــ وہ بہت ہی خوبصورت نظر آ رہا تھا ـــ میں نے اُس کو

پھر دیکھنے کی کوشش کی کہ پہچان سکوں ۔ ایک جھپک پھر اُس وقت دیکھی جب موٹر روانہ ہوا لیکن میں اُسے پہچان نہ سکا ــــــ اُس کے پاس وہ سب کچھ تھا جو ایک نوجوان لڑکی کی پہچان ہے ــــ لیکن اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ وہ شانوجہ ہے اس لیے کہ میرا دوست مجھے غلط اطلاع نہیں دے سکتا۔

اس تعفیہ کو پولیس کے حوالے کرنے میں کوشلیا کو پس و پیش تھا۔ وہ جانتی تھی کہ پھر یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہ رہے گی اور دنیا جان لے گی کہ شانوجہ اس حد تک خراب ہو چکا ہے۔ ہینس تو طعنوں اور کچوکوں سے میرا کلیجہ چھلنی کر دے گا۔ پہلے ہی شانوجہ نے کون سی کسر اٹھا رکھی ہے جو اب دوسرے لوگ پوری کریں ــــ وہ سسک سسک کر رہ جاتی اور شام ہوتے ہوتے اُس کی اُداسیاں ہی اُس کے چہرے کا غازہ بن جاتیں اور چھیل پر بجرے میں سیر کرنے راتوں کی پذیرائی کے لیے تیار ہونے سے وہ گریز کرتی اس کے باوجود بھی کرکا کا اصرار کرتا رہتا۔

شانوجہ سے اُس کو جُدا ہوئے چھ دن ہو چکے تھے ــــ وہ اس کو دیکھنے کے لیے ترس رہی تھی۔ تنہا بیٹھے بیٹھے بسا اوقات اُس نے شانوجہ کے خلاف بھی سوچا تھا۔ کئی بار اُس نے ارادہ بھی کیا تھا کہ وہ شانوجہ سے اب بالکل بے تعلق ہو جائے گی ــــ ایسی اولاد کی زندگی اور موت میں کیا

ہے ـــــ وہ خود چلا آئے بھی تو وہ ملے گی بھی نہیں ـــــ اچھی اولاد
دں سے ہوتی ہے۔ شانوجہ کیسی بھرپور جوانی نکال رہا تھا۔ مردوں
ح اُس کے اطوار خراب بھی ہوتے تو وہ سہہ لیتی لیکن شانوجہ نے تو
۔نہیں کا نہ رکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ ابھی ناامید نہیں ہوئی تھی
ئی تھی کہ شانوجہ عمر کی ایک منزل میں پہنچ کر سنبھل جائے گا ـــ جب
رٹ پھاٹ کر جوان ہوگا تو وہ اُس کے چوڑے چکلے سینے پر سر رکھ کر بلک
ر روئے گی ـــــ "تم میرے بڑھاپے کا سہارا ہو شانو، تم میرے سفید بالو
رنہ ہو ـــــ لیکن شانوجہ تو ساری پہنتا ہے ـــــ لپ اسٹک لگاتا ہے۔
ں کلائیوں میں چوڑیاں چھن چھناتی ہیں ـــــ اُس کا سینہ جس پر سر رکھ کر
ے کی حسرت ہے اُس پر شانوجہ نے مصنوعی گولیاں سجا رکھی ہیں ـــ اب
سر کہاں لے جاؤں جو میرے دوش پر بار ہوگیا ہے ـــــ بھگوان جو کچھ میں
تا ہے سب جھوٹ ہو ـــــ یہ سب غلط ہو"۔
اُس نے مری ہوئی آواز میں کہا ـــــ
"وہ شانوجہ ہوتا تو تم ضرور پہچان لیتے صم۔ ـــــ وہ میرا شانوجہ نہیں
نہیں ہوگا وہ میرا شانوجہ۔"
"میں اُس کا پتہ لگاؤں گا کوشش۔"
بجرے والے بوڑھے کا کانے کوشلیا کے سر پر ہاتھ پھیر کر اُسے تسلی دی۔

—— تم رو رو کر ہلکان نہ ہوتا —— تم نے شانوجہ کے لیے کیا کچھ نہیں کیا —— وہ ابھی نادان ہے۔ صبح کا بھولا شام کو گھر لوٹ آئے تو بھی غنیمت جانو اور وہ لوٹ آئے گا مجھے یقین ہے۔ مجھے وشواس ہے کوشش —— جھیل پر تڑولتے ہوئے بجرے کی قسم میں اُسے لے آؤں گا۔"

صمصام بیٹا اس راز کو اپنے سینے میں چھپا رکھنا۔"

صمصام نے بیوقوفوں کی طرح کاکا کے چہرے کو تکتے ہوئے سر ہلایا۔ کوشلیا نے آنچل سے آنکھیں خشک کر کے نظریں اُٹھائیں تو جھیل کے سینے پر تڑولتے ہوئے کنول اُس کو اپنے ہی آنسو سے دمکتے نظر آئے۔

آج شانو کے لیے روتے ہوئے جانے اپنے آنسوؤں کی نسبت اپنا پاکیزہ تصور اُس کے ذہن میں کس طرح اُبھر سکا ورنہ اُس نے کبھی بھی اپنے آنسوؤں کو اہمیت نہیں دی تھی۔

ماں تیرے آنسو دلدل میں گرتے ہیں تو بھی کنول بن جاتے ہیں ——

اُس نے خود ہی سوچا۔

کوشلیا چاہتی ہے کہ وہ افواہیں جو شانوجہ کی نسبت جھیل، نیوز سے اندر بردولے گیسٹ ہاؤس کے مثلث میں پھیلی ہوئی ہیں وہ سب کی سب غلط ثابت ہوں۔ نیوزک بینسن کو وہ ان افواہوں کے پھیلانے کا ذمہ دار گردانتی تھی —— وہ یہ بھی جانتی تھی کہ شانوجہ کی تباہی اور بربادی کی

داستانیں ہینسن نمک مرچ لگا کر جاننے پہچاننے لوگوں میں بیان کرتا ہے۔ وہ اُنھیں یقین دلاتا ہے کہ صرف کوشلیا کی وجہ سے شانوجہ ان راستوں پر چل پڑا ہے جو لڑکوں کو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتے ــــــ وہ کہتا ہے کہ کل شانوجہ کوشلیا کی آمدنی میں اضافے کا باعث بن جائے گا اور آج جو باتیں ڈھکے چھپے ہو رہی ہیں کل کھلے بندوں ہوں گی۔ لونڈے کے کمانے کے یہی دن ہیں اور لونڈا ہے بھی ظالم ــــــ ہینسن نے یہ تک کہہ دیا تھا کہ شانوجہ کہاں ہے، کوشلیا سب کچھ جانتی ہے۔ کسی موٹے آسامی نے شانوجہ کو رکھ لیا ہے۔ کوشلیا نے یقیناً معقول معاوضہ لیا ہو گا ــــــ ہاں ہو تو ایسی ہو، وہ بلا تکلف اور بلا کسی جھجک کے پورے یقین کے ساتھ کہتا ــــــ ہاں ہو تو ایسی ہو کہ نو مہینے جس اولاد کو اپنے پیٹ میں رکھا تھا اس کی نسبت دعائیں مانگتی رہی کہ خوبصورت سی بچی ہو تاکہ اس کے پیشے کو آگے بڑھا سکے۔ لیکن جب بچہ ہوا تو دھن کی پکی کوشلیا نے اس کو بھی اسی ڈگر پر ڈال دیا۔

ہینسن کی باتیں سوچ سوچ کر کوشلیا کا کلیجہ چھلنی ہو جاتا۔ وہ چاہتی تھی کہ شانوجہ پروان چڑھے۔ اچھا سا نوجوان نکلے جس پر وہ فخر کر سکے ــــــ کوشلیا کی اس تمنا کے پیچھے مامتا بھی تھی اور فیوزک ہینسن کو دنیا کے سامنے دروغ گو ٹھہرانے کا جذبہ بھی ــــــ فیوزک ہینسن کوشلیا کے لیے ایک مستقل آزار بن گیا تھا۔ وہ شانوجہ کا تصور کرتی تو فیوزک ہینسن کا چہرہ بھی ساتھ

اُس کے ذہن میں اُبھرتا ہے ـــــ وہ دل تھام کر رہ جاتی ـــــ شانو جو تم اچھے بن جاؤ۔ تم ایسے بن جاؤ شانو جو کہ میں سینہ تان کر فیوز کے بینس سے کہہ سکوں کہ دیکھو یہ میرا بیٹا ہے ـــــ اس کی کڑیل جوانی دیکھو۔ اس کا چوڑا چکلا سینہ دیکھو۔ اس کے بازوؤں کا بل دیکھو اور میرے خلاف دنیا بھر میں بک بک کرنا چھوڑ دو۔ لیکن شانو جو سُنا ہے کہ تم نے ہاتھوں میں چوڑیاں پہن لی ہیں ـــــ سینے پر ایسی گولیاں اُبھاری ہیں جنھیں دیکھ کر کوئی ماں رو بھی نہیں سکتی ـــــ کاش تو پیدا نہ ہوتا شانو ـــــ یا پھر مر جاتا ـــــ مر جاتا ـــــ مر جا جاتا اور کوشلیا پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی۔

دوسرے دن کاکا روانہ ہونے لگا تو رہن بستی میں خان کے گھر کا پتہ صمصام زین نے اُس کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ جاتے جاتے صمصام زین سے کاکا نے کہا کہ اُس کے لوٹنے تک وہ کوشلیا کا ذرا خیال رکھے ـــــ ہفتے کو بہر حال لوٹ آؤں گا ـــــ وہ کہنے لگا کیونکہ اتوار کی صبح سے ہی بجرے کے شوقین مسافروں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے جھونپڑے کی چھت پر اُس نے ٹین کا بورڈ نکالا جس پر لکھا تھا۔

"بجرہ مرمت طلب ہے۔"

اور نسبتاً باریک خط میں نیچے لکھا تھا:

"ہم کل آپ کے منتظر رہیں گے۔"

جھاڑ پونچھ کر اُس نے اس بورڈ کو لوہے کی اُس صلیب پر اٹکر دے فٹ کیا جو جھیل کے چمن کے چھوٹے سے گیٹ کے برابر ننگی کھڑی تھی — پھر وہ تھکے تھکے قدم اُٹھاتا جھونپڑے میں چلا گیا۔

کھاٹ کے نیچے سے اُس نے ایک اور تختی نکالی اور پاس پڑے ہوئے میلے کپڑے سے رگڑ رگڑ کر اُس کو صاف کیا — حروف واضح ہو گئے تھے۔ لکھا تھا :—

"آج چمن میں داخلہ ممنوع ہے" — اُس نے اس تختی کو صمصام دین کے حوالے کر کے کہا کہ چمن کے گیٹ پر کسی سُتلی یا تار سے باندھ دے۔

کاکا روانہ ہوا تو کوشلیا نے محسوس کیا جیسے جھیل کا پانی بجرے سے سر ٹکرا کر رو رہا ہے حالانکہ ہر چیز بدستور جوں کی توں تھی — جھیل اپنی گہرائیوں کو سمیٹے بالکل خاموش تھی اور اُس کے سینے پر ڈولنے والا بجرا یوں ٹھہرا ہوا تھا جیسے جھیل کا پانی برف بن گیا ہو — کوشلیا کی آنکھوں میں بھی آنسو کی ایک بوند نہیں تھی — واقعی کوئی چیز رو رہی تھی تو وہ شاید کوشلیا کا دل تھا جس کا پرتو وہ سارے ماحول میں دیکھ رہی تھی — پیلے گلاب اپنی شاخوں پر جھوم رہے تھے اور اُن کی پنکھڑیوں پر چمکنے والے اوس کے موتی سورج کی کرنوں نے ایک ایک کر کے پی لیے تھے۔ دُور دھوپ پھیل گئی تھی اور پہاڑی کے دامن سے چرواہے کی بانسری کی صدا ہوا کے دوش پر سوار ہو کر "داخلہ ممنوع ہے"

کی تختی کی پروا کیے بغیر چمن میں آرہی تھی اور پُرسکون جھیل کے سینے پر تیز لہروں میں تبدیل ہو رہی تھی ـــــ روتے رہنے سے کوشلیا کی آنکھیں سُرخ ہو گئی تھیں اور پپوٹے سُوج گئے تھے لیکن اُس کی صباحت اور ملاحت کچھ اور نکھر آئی تھی ـــــ تین روز سے اُس نے نہ شام کو سنگھار کیا تھا، نہ بجرے پر آنے والے مسافروں اور ٹورسٹوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے مُسکراتے ہوئے گلاب کے تختوں تک گئی تھی ـــــ آنے والے مسافروں میں کسی جان پہچان والے نے کوشلیا کو پوچھا بھی تو کاکا نے یہ کہہ کر ٹال دیا تھا کہ وہ ان دنوں یہاں نہیں ہے، بس کل پرسوں میں آجائے گی۔

آج جب کاکا خود جا رہا تھا تو وہ سوچ رہی تھی کہ آنے والے مسافروں کی یورش سے بچنے کے لیے گیٹ پر تالا ڈال دینا چاہیے ـــــ تار پر پھیلی ہوئی لال لال پھولوں کی ہری ہری باڑھ کے احاطے کے بیچوں بیچ لوہے کی سلاخوں کے تین فیٹ اونچے چھوٹے سے گیٹ پر کوشلیا نے اندر ہی کھڑے کھڑے ہاتھ بڑھا کر تالا ڈال لیا اور موڑ پر نظروں سے اوجھل ہونے تک کاکا اور صمصام دین کو دیکھتی رہی ـــــ صمصام دین کچھ اور دُور چل کر اس موڑ پر کاکا سے جُدا ہو گیا جو فیروز سے لیک ہل کی طرف تھا۔

تنہائی کا اتنا شدید احساس آج تک کوشلیا کو نہیں ہوا تھا۔ پیلے پیلے کھلے ہوئے گلاب اور کھلی ہوئی کلیاں جو اُس کی رُوح کو فرحت بخشتی تھیں

آج وہ بھی اُس کی اُداسی کو ہوا دے رہی تھیں ـــــ بجرے کے قریب قازوں کا جوڑا چہل کرنے اور غوطے لگا لگا کر نہانے میں مگن تھا ـــــ اوپر منڈلاتی ہوئی چیل کو دیکھ کر کاکے مرغ "شیر دل" نے عجیب سی آواز ابھی ابھی گلے سے نکالی تھی جو اس خطرے کی گھنٹی تھی کہ چیل اُوپر منڈلا رہی ہے ـــــ شیر دل کی آواز سُن کر بھک سفید "مکھنیا" بے تاب ہو اُٹھی تھی اور ننھے ننھے چوزے روئی کے گالوں کی طرح لڑھک کر اُس کے پیروں میں سمٹ آئے تھے اور "مکھنیا" سب کو سمیٹے زمین سے جیسے گوند لگا کر چپک گئی تھی ـــــ شیر دل گردن گھما گھما کر خطرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس بار کوشلیا کو شانوجہ اور اُس کا باپ دونوں ہی بے اختیار یاد آئے ـــــ وہ سوچنے لگی کہ باپ کا سایہ بچوں کے لیے کس حد تک ضروری ہوتا ہے لیکن جیسے مکھنیا نے اُس سے کہا کہ ماں کی آغوش اُس سے زیادہ ضروری ہوتی ہے ـــــ دیکھونا ـــــ دیکھو میں نے کیسے سب کو پروں میں چھپا کر رکھا۔

کوشلیا نے اس کے بعد سپر ڈال دی ـــــ وہ شانوجہ کے بے وفا باپ پر شانوجہ کی تباہی کی ساری ذمہ داری سونپ کر خود کو جھوٹی تسلی دینے کے درپے تھی کہ تو بے قصور ہے۔ کوشلیا تو مظلوم ہے۔ بے سہارا ہے ـــــ لیکن اس خود فریبی کو جب وہ تادیر قائم نہ رکھ تو خبیث ہنسی جیسے آس پاس سے اس کے کانوں میں چلانے لگا ـــــ "تم ہو ـــــ شانوجہ کی تباہی کا

کا باعث تم ہو کوشی۔"

شانوجہ پہلی بار جس حادثے سے دوچار ہوا تھا وہ اسی کٹیا میں تو ہوا تھا ـــــ تم اور تمہارا کاکا بجرے میں مسافروں کو سیر کرانے میں مگن تھے۔ تم نے نہیں سوچا ہو گا کہ انسان درندہ ہو سکتا ہے۔ لیکن تم نے بہرحال یہ تو سوچا ہوتا کہ شانوجہ کٹیا میں اکیلا ہے۔ اس کا بچپن کٹیا میں اکیلا ہے، اس کی معصومیت کٹیا میں اکیلی ہے جس کو تمھاری ممتا کی ضرورت ہے لیکن تمھاری ممتا تو اس مرد کے قدموں میں پڑی بلک رہی ہے جس نے تمھیں کنواری لڑکی سے عورت بنایا ـــــ تمھاری گود شانوجہ سے بھری اور پھر ایسے ہی کسی مرد نے شانوجہ کے معصوم بچپن کو اپنی جنسی ہوسناک درندگی سے شکار کر کے ایسے ہی کنویں میں پھینک دیا کہ آج اس کی آواز کے لیے ترس رہی ہو۔

شانوجہ کا باپ مجرم ہے کوشلیا۔

لیکن تم اس سے بڑی مجرم ہو ـــــ تم راستے کے کانٹوں کو بھول کر اپنے ڈیر بالا کے لیے۔ رودلے گسٹ ہاؤس کی پتھریلی بنچ پر پھولوں کی جو سیج بچھا رہی تھیں اس سیج نے تم سے تمھاری ممتا چھین لی تھی ـــــ تم شانوجہ کو پیارے لال کے ساتھ کمرے میں اکیلا چھوڑ کر بھول گئی تھیں ـــــ اور یہ کہ تمھیں شانوجہ پر گزرا ہوا کٹیا کا وہ اولین حادثہ بھی یاد نہ آیا جس

نے تمھارے ذہن کو اتنے جھٹکے دیے تھے کہ تم پاگل ہو سکتی تھیں۔ شانوجہ کے پیار نے ہی تمھیں متوازن بنایا اور تم نے بڑی ہمت سے اُس کی دیکھ بھال کا بیڑا اٹھایا ــــ لیکن اُس وقت جب تم ڈیربالڈ کے سہارے اپنی گرہست زندگی کی تمناؤں کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اتنا دور نکل گئی تھیں کہ شانوجہ کی طرف پلٹ کر دیکھنے کی بھی تم نے زحمت نہیں کی۔ حالانکہ ان خواہشوں اور ان تمناؤں کے پیچھے تم ہی نے بتایا تھا کہ شانوجہ کا مستقبل چھپا ہے، لیکن ــــ لیکن شاید ایسا نہیں تھا ــــ تم اُس وقت ایک ایسی لُٹی ہوئی عورت تھیں جو بازار میں لائے جانے کے بعد بھی یہ سوچتی ہے کہ کوئی خریدار اُسے گھر کی زینت بنا لے گا ــــ لیکن تم ایک ایسے خریدار کے ہاتھوں بکیں جس نے تمھیں پھر بازار ہی میں سجا دیا اور ماں بننے کے باوجود تم اپنے اس وجود کی تکمیل نہ کر سکیں جسے ایک چھوٹا سا گھر چاہیے تھا بچوں کی ایک قطار چاہیے تھی اور تمھارا شام کو گھر لوٹنے والا شوہر۔

سوچو کوشلیا، جھیل، فیوزے اور بروڈے گسٹ ہاؤس کے اس مثلث میں تم اپنے کتنے ہی چاہنے والوں کے ساتھ، اُن کی ہمدردیوں کے سہارے قدم ملا کر چل پڑی ہو اُس عورت کو اپنے وجود میں چھپائے ہوئے جو کسی چاہنے والے بچوں کی ماں ہو کر رہنا چاہتی ہے۔

تم نے یہ تک نہ سوچا کہ تمھاری زندگی میں داخل ہونے والے کتنے ایسے

لوگ بھی ہوں گے جنھوں نے اپنی مہینے بھر کی کمائی ایک ہی رات میں تم پر صرف کردی ہوگی اور تمھارے آگے اس طرح سینہ تانا ہوگا کہ اُن کا روزانہ کا خرچ یہی ہے ــــــ کتنے ایسے ہوں گے جنھوں نے باپ کی جائداد بیچ دی ہوگی یا بھائی کا حصّہ غصب کرلیا ہوگا۔ یا بیوی کے زیور رہن رکھ دیے ہوں گے یا چوری کی ہوگی۔ لیکن تم آنکھیں بند کیے ہر ظاہری چمک کے پیچھے بھاگتی رہیں ــــــ جھیل، گھوڑے اور ریزورٹ، گیسٹ ہاؤس کے اسی مثلث میں کہیں صمصام دین بھی تو تمھارا منتظر رہا ہے ــــــ کتنی ہی مدت تک اُس نے شادی نہیں کی شاید تم اُس کا ہاتھ تھام لو لیکن تم نے ان اندھیروں کے باوجود جن میں شانوجہ کے باپ نے تمھاری آنکھوں کو خیرہ کرکے دھکیل دیا تھا کسی جگنو کی چمک نہیں دیکھی ــــــ تم جگنو کی چمک سے راستہ متعین کرنے کا کام لینے کی اہل ہی نہیں رہی تھیں۔ تم تو پھر روشنیوں کے پیچھے بھاگ رہی تھیں جو آنکھوں کو چندھیا کر اندھیرے میں پھینک دیتی ہیں۔

تمھاری نظروں میں صمصام دین ایک ادنیٰ بیرا تھا ــــــ جب تمھیں اس کا علم ہوا کہ صمصام دین تمھیں بیاہنا چاہتا ہے تو کسی مذہب کی دیوار تمھارے سامنے کھڑی ہوئی نہ تھی بلکہ تم نے سب کچھ لُٹا کر بھی خود کو اتنا اونچا اُٹھا لیا تھا کہ صمصام دین اپنے پنجوں پر کھڑا ہو کر بھی تمھارے پیروں کو چھو نہ سکا اور اور تم نے ایسے قہقہے لگائے کہ اُن کی گونج سارے میں سنائی دینے لگی صمصام دین

تضحیک کے اس زہر کو پی کر کچھ اس طرح سکڑا اور سمٹ گیا کہ اُس کی کڑیل اور تنومند جوانی صرف فیروزے کا ایک بیرا ہو کر رہ گئی جو تمھیں ہر آنے والے کی بانہوں میں جھولتا ہوا دیکھ کر بھی تمھارے احکام کی تکمیل میں بھاگا بھاگا پھرتا رہا اس لیے کہ یہ اُس کا فرض تھا، وہ فیروزے کا بیرا تھا ۔۔۔ ہنیس کا ملازم جسے میز پر ٹپ دے کر بھی تم اُسے ذلیل کرنے کے لیے اس طرح ہنسا کرتی تھیں جیسے اُس کے ذہنی دیوالیہ پن پر ترس کھا رہی ہو کہ اُس نے کبھی تمھاری تمنا کی تھی۔

کوشش ہٹ دھرمی چھوڑ دو ۔۔۔ مان لو ۔۔۔ مان بھی لو کہ آج شانو جہ کا مستقبل مختلف ہوتا اگر تم صمصام دین کی ہو کر رہ سکتیں۔ تمھاری زندگی میں یکے بعد دیگرے آنے والے مردوں کے انبوہ میں صمصام دین اسی لیے تو سب سے مختلف تھا کہ وہ بھی قوت خرید رکھنے کے باوجود تمھیں رات بھر کے لیے خرید نہ سکتا تھا۔ اس مجبوری کے لیے اُس کے دل میں تمھاری محبت کا کوئی ایسا جذبہ پنہاں تھا کہ وہ تمھیں بازار میں بکتا ہوا دیکھ کر بھی یہ سوچتا تھا کہ تم اُس کے گھر کا حُسن ہو۔ اُس کے گھر کی زندگی ہو اور وہ رات، جب تمھارا اُس کا ساتھ ہو گا تو پھر اس رات کی کوئی ایسی سحر نہ ہو گی جو تمھیں اُس سے جُدا کرے۔ صمصام دین نے اپنے اسی تصوراتی پاکبازی کے نتیجے میں تمھیں کھو دیا ہے۔ شراب خانے میں مصلے بچھا کر نماز پڑھنا کبھی بتاؤ کوئی دانش مندی ہے؟

—— ہ تم تو وہ تھیں کہ رام مندر کو صرف اس لیے پوجا کو جایا کرتی تھیں کہ مہنت کا نوجوان لڑکا تم پر اس درجہ فریفتہ ہو گیا تھا کہ تمھارے اس کے میل کو روکنا بھگوان کا بھی روگ نہیں رہا تھا —— وہ تو مہنت کی دوش پر جنم جنم کی عیاریوں کی گٹھری تھی اُس کے بوجھ کے نیچے تم دب گئیں —— یا پھر بھگوان اور بھگوان کی آنکھوں کے بھاؤ کا فرق جاننے والی اُس کی نظر میں تھیں کہ اُس نے فوری بھانپ لیا اور پھر تم کبھی رام مندر کا رُخ نہ کر سکیں اس لیے کہ تمھیں قتل کر دیے جانے کی دھمکی دی گئی تھی —— تم نے مگر جو کچھ کیا تھا بہت ہی سمجھ داری سے کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ جھیل کے یہ پیلے پھول تو تم بھگوان کے چرنوں میں چڑھا سکیں۔ لیکن جُھک کر وہ پھول اُٹھا بھی نہ سکیں جو مہنت کے نوجوان لڑکے نے تمہارے چرنوں میں چڑھائے تھے۔ یہ تو قسمت کی بات ہے کوشلیا کہ تمھاری بنی نہیں —— لیکن صمصام دین بجائے اس کے کہ تمھارا ہاتھ پکڑ کر رات بھر کے لیے تم سے سودا کر لیتا تمھاری پُوجا کرنے لگا —— جس راستے سے وہ تم تک پہنچ رہا تھا وہ اتنا طویل تھا کہ تم اس کی پہنچ سے باہر ہو گئیں —— ہاتھ بڑھا کر جس شے کو حاصل کیا جا سکتا ہے اُس پر للچائی ہوئی نظریں ڈال کر رہ جانا دانشمندی نہ سہی، بزدلی بھی نہیں ہے —— صمصام دین بیچارا تو مصلّے اوڑھ کر چلا تھا اور جس وقت اس نے یہ مصلّے بچھایا ہے اُس وقت تک قبلہ اپنا رُخ بدل چکا تھا۔"

گیٹ کے لوہے کی سلاخوں کے ذریعہ پیٹ ایک دوسرے سے ٹکرا کر
ٹھنا رہے تھے۔ یقیناً کوئی گیٹ پر تھا جو اُسے اس لیے پیٹ رہا تھا کہ
اندر ہو تو توجہ کر سکے۔
اندھے ہیں ـــــ کوشلیا نے دل ہی دل میں کہا ـــــ گیٹ پر پڑا ہوا تالا
نظر نہیں آتا ـــــ اپنے اطراف بُنے ہوئے خیالوں کے جال سے نکل کر وہ
سے نیچے اُتری اور جھانک کر دیکھا تو کوئی نوجوان جوڑا جو نیا نیا بیاہا
معلوم ہوتا تھا گیٹ کو پیٹ رہا تھا ـــــ واقعی ایک دوسرے کے نشے میں
مست ہیں بیچارے کہ اتنا بڑا قفل نہیں نظر آتا ـــــ لیکن اُس نے دیکھا کہ
ان عورت نے مرد کو ہنس کر کچھ بتلایا ـــــ پھر دونوں لوٹنے لگے تو مرد نے
ت کو قریب کر لیا۔ اس منظر نے کوشلیا کے ذہن پر کوئی خاص نقش نہیں
ا ـــــ وہ سوچ کر شاید اب تھک گئی تھی ـــــ اُس کو بھوک محسوس
ہی تھی ـــــ سر درد کر رہا تھا ـــــ اپنے ہی دل کی دھڑکن کنپٹی کے راستے
ن کے پردوں پر دستک دے رہی تھی ـــــ وہ سوچنے لگی کہ صمصام الدین
تعلق اتنی دیر تک سوچ کر اُس نے وقت ضایع کیا ہے ـــــ شاید وہ کی
ئی ہیں اب وہ اس حد تک گر گئی ہے کہ صمصام دین کے بارے میں بھی
سیدگی سے سوچنے لگی ہے ـــــ اب اُس کو ایک عجیب سی جھلاہٹ ہونے
ـــــ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے فضاؤں میں بلندی پر اُڑتا ہوا پرندہ

یکایک زخمی ہو کر زمین پر آ رہا اور جھاڑیوں میں پھنسا چیخ رہا ہے ــــ مرنا ہو تو اُنہی بلندیوں پر مر جاؤ کوشش کر فضا کی وسعتوں میں ہیجان ہونے کے بعد پتہ بھی نہ چلے کہ جسم کہاں گرا ہے ــــ اب تم صمصام دین کے بارے میں سوچو گی؟ ــــ وہ عورت جس نے سیدھے منہ ہنس سے بات نہیں کی وہ بھلا اُس کے "ہمسن" کے لیے سوچے گی ــــ کروٹ پر اس قدر ناستف ہوا تو وہ خود کو کمزور سی نظر آنے لگی اور بھوک نے آخرش اس کے ذہن کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیا۔

چھینکے پر ٹنگی ہوئی ہانڈی کو اُس نے اتار کر دیکھا تو اُبلے ہوئے چاولوں کے ساتھ کٹوری میں تھوڑا سا سالن بھی رکھا تھا ــــ اُسے یاد آیا کہ صبح کو اُس نے کچھ پکایا ہی نہیں ــــ کاکا جی نے ناشتہ بنا لیا تھا ــــ اور یہاں سے جانے تک کئی بار وہ اُس سے کہہ چکا تھا کہ وہ کچھ کھا پی لے ــــ وہ کھانے پر جٹ گئی ــــ ٹھنڈے چاولوں اور سرد سالن میں جس پر گھی جم گیا تھا اُسے بہت مزا آیا ــــ تمام دانہ پونچھ کر اُس نے کھا لیا۔ کھانے سے پہلے اُس کے دل میں شراب کی خواہش پیدا ہوئی تھی ــــ ٹھنڈی ٹھنڈی بیر کے لیے اُس کا جی للچایا تھا لیکن جب وہ گلاس بھر کر پانی پی چکی تو بیر کی خواہش اُس کے ذہن سے بالکل محو ہو گئی تھی۔

ہاتھ منہ دھو کر تولیے سے چہرہ خشک کرنے کے بعد جب وہ اپنے ہاتھ پونچھ رہی تھی تو اس کی آنکھیں ٹکٹکی لگائے خالی خالی نظروں سے جھیل کی شفاف سطح کو گھور

رہی تھیں۔ پانی کی سطح جس طرح پُرسکون تھی اُس کی آنکھیں بھی کم و بیش ایسی ہی تھیں ـــــ اپنے اطراف سے بے نیاز وہ بلا کچھ سوچے پھوس کے جھونپڑے میں چلنے لگی ـــــ کھاٹ پر لگے ہوئے بستر نے ایک ذرا ستانے کو اُکسایا تو وہ بستر پر لیٹ گئی۔

میں شانوجہ کے بغیر بھی زندہ رہ سکتی ہوں ـــــ اُس نے چار دنوں میں پہلی بار سوچا ـــــ شانوجہ کے لیے اس دل میں جگہ تو زندگی بھر رہے گی۔ دل میں جگہ تو کتنوں ہی کے لیے ہے لیکن ساتھ کسی نے نہیں دیا ـــــ اُس نے محسوس کیا کہ آنکھیں خشک ہو گئی ہیں تو ممتا بھی تھک ہار گئی ہے ـــــ میں جنم جنم کس کس کے لیے روتی رہوں گی ـــــ اور اُس کی آنکھیں مُندنے لگیں اور پھر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ نیند کی آغوش میں بے سُدھ ہو چکی تھی۔

سوتے جاگتے اس نے ایک آدھ بار شانوجہ کو کبھی خواب تصور میں دیکھا بھی لیکن بیداری اور خواب کی سرحدیں ایک دوسرے سے مل چکی تھیں ـــــ وہ گہری نیند سو جاتی پھر نیم خوابی کے عالم میں کروٹ بدل لیتی اور پھر دنیا سے بے نیاز ہو جاتی ـــــ اُس کی نیند پوری طرح اُس وقت ٹوٹی جب اُس نے خواب میں دیکھا کہ شانوجہ خوبصورت سی دلہن بنا اپنے دولہا کے گھر جا رہا ہے۔ ـــــ پھر بارات کے لوگوں نے چلّانا شروع کیا ـــــ دلہن لڑکی نہیں ہے لڑکا ہے ـــــ یہ تو مرد ہے ـــــ مرد ہے یہ۔ اور جب اُس کی آنکھیں اُس

کے ذہن کے ساتھ بیدار ہو رہی تھیں تو اُس نے دیکھا کہ شانوجہ کا باپ کھائی کے مُنھ پر کھڑا پیلے گلاب اُس میں پھینک رہا ہے۔ پھر وہ آنکھیں مل کر پلک جھپکانے لگی ــــ چھپر کی چھت سے اُس کی نظریں ٹکرائیں ــــ اُس نے کروٹ لی۔ اُس کا بدن ٹوٹ رہا تھا اور کاکا اُس کی طرف پُشت کیے ہوئے اسٹوو کو پمپ کر رہا جس کی آواز وہ سُن رہی تھی۔ پھر اسٹوو پر نیلے اندر سے رنگ کا شعلہ تھرک رہا تھا اور کاکا نے اُٹھا کر کیتلی اسٹوو پر رکھ دی تھی۔

"کب آئے ہو؟" کوشلیا نے بڑی نرمی سے پوچھا۔

"دیر ہوئی" ــــ کاکا نے اُس کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔

"کس طرح آسکے ہو؟"

"گیسٹ پھلانگ کر"

"کیا کر سکے کاکا؟"

"کچھ نہ کر سکا" ـ اُس نے نظریں جُھکائے ہوئے کہا جیسے قصور وار ہو۔ ــــ وہ اب برہمن بستی چھوڑ چکا ہے لیکن آج ہی رات کے کسی حصے میں یہاں آجائے گا۔ بردوے گسٹ ہاؤس کا کوئی کمرہ پٹھانوں کے سردار نے اپنے لیے محفوظ کر رکھا ہے ــــ وہ رات اسی کے ساتھ ٹھہرے گا ــــ صمصام دین نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہی ہے ــــ میں نے شانوجہ کو دیکھا ہے ــــ تم

بھی دیکھو گی تو پہچان نہ سکو گی ـــــ میں نے اُس سے ملنے کی کوشش بھی کی. لیکن خانون کے سردار نے مجھے اجازت نہیں دی اور نہ شانو جبہ ہی اس پر راضی ہوا ـــــ زنانے لباس وہ بالکل تمھاری طرح لگتا ہے ـــــ مجھے تو اس حد تک دھوکا ہوا کہ میں سمجھا تم آگئی ہو لیکن منٹ بھر میں میری غلط فہمی دور ہو چکی تھی.

کیتلی میں چائے کی پتی ڈال کر کاکا نے اپنی جیب سے ایک خط نکالا اور کوشلیا کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا دیا کہ جس وقت وہ لوٹا ہے یہ خط اُسے گیٹ کے اندر احاطے میں پڑا ہوا ملا ـــــ ساتھ ہی کاکا نے کوشلیا کے آگے تجویز پیش کی کہ گیٹ کے پاس ایک لیٹر بکس لگا دینا چاہیئے ورنہ ڈاکیہ کتنے ہی خطوط اس طرح ضایع کر دے گا ـــــ کاکا نے کچھ اس بھولپن سے یہ بات کی کہ کوشلیا زیرِ لب مسکرائے بغیر نہ رہ سکی ـــــ وہ جانتی تھی کہ لے دے کر اُس کے پاس دو ہی آدمیوں کے خطوط آتے ہیں. ایک ڈیر یالڈ کے دوسرے پنڈت پرشاد کے جو اُس کے بچپن میں اُس کا اتالیق تھا اور جو آج بھی اپنا دُکھ درد لکھ کر اُس سے پیسے منگواتا رہتا ہے. کبھی کبھی کوشلیا کے نام اُلٹے سیدھے ناموں سے ایسے خطوط بھی آتے جن میں اُس سے عشق جتایا جاتا یا پھر فحش مذاق کیا جاتا.

کوشلیا نے خط کی تحریر پر نظر ڈالی اور پہچان گئی کہ یہ ڈیر یالڈ کا خط

ہے — لکھا تھا :

'دشمنِ ہوش' میری کوش — پیار

جو بھی دن تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں — اس چکر میں بھی تمھارے لیے ٹرانسسٹر نہ لا سکوں گا۔ وہ دوست ہی غائب ہے جو اسمگل کرتا تھا۔ لیکن ایک ایسی چیز لا رہا ہوں جو تم خوش ہو جاؤ گی۔ اُس دن بلا شرکت غیرے میری رہو گی — کسی سے کوئی اینگیج منٹ نہ کر بیٹھنا — شانو جہ سے متعلق تمھارا خط پڑھ کر بڑا دُکھ ہوا۔ تم بہرحال ماں ہو — صبر کرو — تمھارے اس دکھ کے ساتھ میرے ذہن میں تمھارے پیارے لال کا چہرہ بھی اُبھر آیا ہے جسے تم "روشن ڈیر" کبھی کہتی تھیں — ایک بار راستے میں ملا تھا — پھول کر جنگل بھینسہ ہو گیا ہے — کہہ رہا تھا کہ شہر کے کسی بڑے گینگ دار کے ساتھ مل کر کاروبار کر رہا ہے — اُس نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ کوئی چار پار بروے گیسٹ ہاؤس جا چکا ہے — فیروزے میں پی ہے۔ روزے میں ٹھہرا ہے اور تمھیں یہ جان کر دُکھ ہوگا کوش کہ وہ شانو جہ سے ملتا رہا ہے — حیرت ہے کہ تم نے ایک بار بھی اُسے نہیں دیکھا — کہنے لگا کہ ایک دن خسر اور داماد مل کر چلیں گے — یعنی وہ اور میں۔ میں پہلے تو اُس کی یہ بات سمجھ نہ سکا اور مجھے اُس کا مذاق چونکہ کھل گیا تھا اس لیے ذرا ترشی سے وضاحت چاہی — بڑے ہی اطمینان سے اُس نے کہا کہ — تم شانو جہ کے باپ ہوتے ہوتا

اس لیے کہ شانوجہ کی ماں سے تمھارا یارانہ ہے اور جب شانوجہ سے میرے تعلقات ہیں تو کیا میں تمھارا داماد نہیں ہوا؟ ــــ عجیب پاجی آدمی ہے ــــ کیسا گربہ مسکین سا دکھائی دیتا ہے ــــ کہا تھا ساس صاحبہ کو سلام لکھو۔ شانوجہ کے حُسن کی تعریفیں اس طرح کرتا ہے کہ تم سُنو گی تو شرما جاؤ گی خیر چھوڑو بھی تم اپنی صحت کا خیال رکھو ــــ کُڑھنے اور برباد ہونے سے کیا ملے گا بھلا ــــ یہی نا کہ وقت سے پہلے بوڑھی ہو جاؤ گی ــــ زندگی کے ایک ایک سانس کو چھوٹی چھوٹی مسرتیں بھرنے کے لیے وقف کر دو ــــ شانوجہ اب اتنا آگے جا چکا ہے کہ تم اُس کو اب واپس نہیں لا سکتیں ــــ ہاں شہر میں ایک بار تمھارا فیروز کی بینس بھی ملا تھا ــــ ویسے جب سے اُس نے گاڑی خریدی ہے کبھی کبھی ہفتے کے روز اس سے علیک سلیک ہو ہی جاتی ہے۔ ــــ پرسوں ملا تو بطورِ خاص گاڑی روک لی۔ فیروزے کے لیے بہت سامان لے جا رہا تھا ــــ کہنے لگا یہ سب آپ ہی لوگوں کے لیے ہے۔ بہت دنوں سے آپ نے ادھر کا رُخ نہیں کیا ــــ کہیے کب آئیے گا ــــ میں نے اُسے بتایا کہ بہت جلد آ رہا ہوں ــــ پیارے لال کے بیانات کی تصدیق بھی فیروز کی بینس سے میں نے باتوں باتوں میں کر لی ہے ــــ تمھارے متعلق اُس نے ایک ریمارک کیا ــــ کہنے لگا، اب تو تم خود بھی کماتی ہو اور بیٹے کو بھی کمائی کے لئے تیار کر دیا ہے ــــ میں نے تردید کی ہے اور منھ دیکھی بات نہیں۔ تمھاری

جتنی تعریف کی جا سکتی تھی میں نے کی ہے اس لیے کہ تم ہو تعریف کے قابل۔
—— شانو جہ کے معاملہ میں میں نے بتایا کہ تم بالکل بے قصور ہو —— لیکن وہ کہتا ہے کہ میں تمھاری شاطرانہ چالوں کو نہیں سمجھتا —— یہ دنیا ہے جتنے منھ اتنی باتیں —— تم کس کس کا بُرا مانو گی —— تم نے کتنے ہی بار اپنے دل کے نازک شیشے کو پتھروں سے ٹکرایا ہے —— اب کچھ یوں کرو کہ اس شیشے ہی کو پتھر بنالو —— اسی میں تمھاری سلامتی ہے، بہتری ہے —— میں نے دیکھا ہے کہ دنیا حسّاس لوگوں کا جہنم ہے —— جتنی سفاک بن سکتی ہو بن جاؤ، خوش خوش جی سکو گی۔

اچھا —— اچھا میں تم سے مل رہا ہوں —— بہت جلد —— انتظار کرو گی نا؟

تمھارا

پیارا گنجا، ڈیر بالڈ سعید الزماں

کوشلیا نے خط ختم کیا تو آنچل سے اُس کو آنسو خشک کرنے پڑے۔
"کس کا ہے؟" —— کاکا نے بھانپ کر پوچھا اور چائے کی پیالی کوشلیا کی طرف بڑھا دی۔
پیالی لیتے ہوئے کوشلیا نے کہا —— "ڈیر بالڈ کا۔"
"سعید زماں کا؟"

"ہاں کاکا!"

"اُس نے اپنا کیا دُکھ درد لکھا ہے کہ تم رونے بیٹھ گئیں — تم کس کس کو روؤ گی؟"

کوشلیا نے کاکا کو کوئی جواب نہیں دیا — نظر بھر کر ان کو پیار سے دیکھا — کاکا کی باتوں سے ڈیر بالڈ کے خط کی طرح چاہت کی بُو آتی تھی — اُس نے آنسو پونچھ کر ایسی مسکراہٹ ہونٹوں پر پھیلائی جو نہ اتنی جاندار تھی نہ بالکل بیجان۔

چمن کے گیٹ پر آہٹ پاکر کاکا باہر نکل گیا تو کوشلیا نے کھاٹ کے نیچے سے اپنی پیٹی کھینچ کر باہر نکالی اور ڈیر بالڈ کا خط اُس میں محفوظ کر دیا لیکن اُس کا جی چاہا کہ خط کو پھر ایک بار پڑھے — اُس نے خط نکال کر چولی میں اڑس لیا اور پیٹی کو کھاٹ کے نیچے ڈھکیل کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

باہر چمن کی طرف کوشلیا نے نظر اُٹھائی تو دیکھا کہ کاکا اُس جوڑے کو گیٹ کے اندر لا چکا ہے جو پہلے گیٹ پیٹ پیٹ کر اور پھر قفل دیکھ کر لوٹ گیا تھا۔

لڑکی کا چہرہ، چال اور قد و قامت بے انتہا پُرکشش تھے، اتنے کہ کوشلیا نے دیر تک اپنی نظریں اُسی پر جمائے رکھیں۔ پھر اُسے لڑکا بھی اچھا لگا۔ سجیلا اور بانکا — اُس کے ذہن میں کسی بھُولی بسری یاد کی ایک لہر سی اُٹھی اور ماضی کے سمندر میں گم ہو گئی — وہ جب شانو جر کے

باپ کے ساتھ شہر بھاگ آئی تھی تو ایک ریلوے اسٹیشن پر کسی بڑھیا مسافر نے بڑے چاؤ سے اُنھیں دیکھ کر کہا تھا ــــ کیسی پیاری جوڑی ہے ــــ میں نے بال سفید کر لیے لیکن آج تک ایسی جوڑی نہیں دیکھی۔ ــــ بیوی بہت حسین ہوتی ہے تو شوہر اُس کے برابر میں نہیں جچتا ــــ بعض اچھے، وجیہہ اور شاندار شوہروں کی بیویاں گول مول اور بے ہنگم سی ہوتی ہیں لیکن جوڑی ہو تو ایسی ہو کہ بھگوان نے ایک دوسرے کے لیے ہی بنائی ہے۔

اور کوشلیا نے ایک روپیہ کا کرکراتا نوٹ اس بڑھیا کو ٹرین سے اُترتے وقت دیا تھا۔

جب وہ لوگ کھوس کے جھونپڑے کے قریب آگئے تو کوشلیا دروازے کی اوٹ سے ہٹ آئی تاکہ وہ اسے دیکھ نہ سکیں۔ اُس کے ذہن میں اپنے حُسن کا احساس بیدار ہو چکا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس بیئت کذائی سے اُن کے سامنے جائے جب کہ نہ اُس کے بال دُرست اور نہ چہرے پر پھبن تھی۔

وہ اندر کھسک آئے لیکن اُس نے دیکھا کہ یہ جوڑا دروازے کے پاس آکر رُک گیا تھا اور دونوں ہی کاکا کے سلیقے کو سراہ رہے تھے ــــ اُس نے لڑکی کی آواز سُنی۔

"ایسی جھونپڑی ملے تو میں خوشی خوشی رہ جاؤں۔"

پھر اس کا ساتھی نوجوان کہنے لگا ــــ "یہ جھونپڑا کہاں ہے یہ تو اچھا خاصہ چھوٹا سا گھر ہے۔ بے حد خوبصورت سا ــــ پھوس کے چھت پر پھیلی ہوئی یہ لال لال گچھے دار پھولوں کی بیلیں، یہ چھوٹی چھوٹی کھڑکیاں ــــ یہ قطار باندھ کر گھیرے ہوئے پیلے گلاب ــــ یہ کیاریاں، یہ جھیل، یہ منظر تو ایک جیتا جاگتا منظر ہے سو لولی (So lovely)"

"آپ ہمیں اپنے پاس رکھ لیجیے نا" ــــ بانکی لڑکی نے بڑی اُداسی سے کاکا کو مخاطب کر کے کہا۔

کوشلیا نے جب یہ باتیں سُنیں تو اُس کا جی چاہا کہ چیخ پڑے ــــ تم خدا کے لیے یہاں مت رہنا۔ بھگوان کی سوگند اس خیال ہی کو اپنے ذہن سے نکال دو ــــ مذاق میں بھی یہ نہ سوچو ــــ نہیں واپس جاؤ جہاں سے آئی ہو۔ یہاں میں نے بھی ایسی ہی باتیں کی تھیں ــــ کاکا نے مجھے اور شانو کے باپ کو اس خوبصورت سی کٹیا میں اسی طرح جگہ دی تھی جیسے اپنے دل میں جگہ دے رہا ہو ــــ لیکن آج جب وہ مجھے دیکھتا ہے تو کھل کر رو بھی نہیں سکتا ــــ تمھیں معلوم نہیں پھر یہی گچھے دار پھول کی بیلیں سانپ بن کر تمھیں ڈسیں گی۔ یہی پیلے گلاب خار بن کر تمھیں چبھیں گے۔ یہ مناظر آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں پہنچائیں گے بلکہ

آنسوؤں کے کنکر ہمیشہ کے لیے تمھاری آنکھوں میں کھٹکنے کے لیے چھوڑ دیں گے۔ یہاں جب لڑکی ماں بننے کو ہوتی ہے تو کھائی میں چھلانگ لگا کر خود کو چھپا لیتی ہے اور اگر ماں بن چکی ہے تو وہ بچہ نہیں پیدا کرتی شانوجہ پیدا کرتی ہے ـــــ تم شانوجہ پیدا کر سکو گی ؟ ـــــ تم میں اتنی ہمت ہے کہ تم شانوجہ پیدا کر سکو اور اُس کی ماں کہلاؤ ؟

اور کوشلیا سسک سسک کر رونے لگی ـــــ اُس نے چاہا کہ اپنی سسکیوں کو اس طرح دبائے کہ نوجوان جوڑا سُن نہ سکے کہ کوئی جھونپڑی کے اندر سسک رہا ہے۔ اس جھونپڑی کے اندر جس کی چھت پر گچھے دار لال پھولوں کی بیلیں ہیں ـــــ جو قطار در قطار پیلے گلابوں سے گھری ہوئی ہے جس کے آس پاس رنگ برنگی پھولوں کی کیاریاں پھیلی ہوئی ہیں ـــــ جس کے آس منے جھیل ہے اور جھیل میں ڈولتا ہوا بجرہ ہے۔

وہ کامیاب تھی ـــــ نوجوان جوڑا جھیل کی طرف بڑھ چکا تھا ـــــ اُس نے کوشلیا کی سسکیاں نہیں سُنی تھیں۔

بجرے میں جھیل کی سیر کر کے جب یہ جوڑا جا چکا تو کاکا نے کوشلیا سے کہا۔

"منھ ہاتھ دھو کر تازہ ہو جاؤ کوش۔ لوگ آنا شروع ہو گئے ہیں ویسے تیرا جی نہ چاہے تو لوگوں سے نہ ملنا ـــــ لیکن باہر نکلنے اور جھیل کی سیر

کرنے سے شاید تیرا من بہل جائے۔"

کاکا نے ابھی بات بھی ختم نہیں کی تھی کہ کوشلیا نے چولی میں اپنی دو انگلیاں ٹھونس کر ڈیر بالڈ کا خط نکالا اور پھر پڑھنے لگی۔

"دشمن ہوش میری کوشی ـــــ پیار

چوتھے دن تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں ـــــ اس چکر میں بھی تمھارے لیے ٹرانسسٹر . . . .

معاً کوشلیا کو خیال آیا، وہ چوتھا دن آج ہی تو نہیں ہے اور اس نے خط پر تاریخ نہ دیکھی ـــــ امید کی ایک کرن سی اس کے نہاں خانہ دل کے تاریک گوشے میں بھی جا پہنچی۔ جب اس نے انگوٹھے اور چھنگلی کو جوڑ کر حساب لگایا کہ آج کا دن ہی چوتھا دن ہے۔ خوشی کے ساتھ ساتھ اُسے ڈیر بالڈ پر غصہ بھی آیا کہ وہ ہمیشہ ہی اپنی آمد کی صحیح اور قطعی تاریخ نہیں لکھتا ـــــ دوسرا دن، چوتھا دن، پانچواں دن، بھلا یہ بھی تاریخ کے تعین کا کوئی انداز ہوا ـــــ لیکن ایک بھولی بھٹکی مسکراہٹ بھی جانے کہاں سے اُس کے ہونٹوں پر آگئی ـــــ ایسی حرکتیں ڈیر بالڈ دانستہ کرتا ہے۔ وہ سوچ سوچ کر مسکرا پڑی۔ جس روز آنا ہوتا ہے اگر وہ نہیں آتا ہے تو دوسرے دن ضرور دھمک جاتا ہے اور پھر حساب جوڑ جوڑ کر کوشلیا کو قائل کرتا ہے کہ وہ وقت پر پہنچ گیا ہے اور بالکل بے قصور ہے اور کوشلیا کا سچا ہی خواہ، چاہنے والا اور

وفادار ہے۔

ڈیر بالڈ کی شرارتوں نے دن بھر میں پہلی مسکراہٹ تو دے ہی دی ہے۔ کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی چاہت میں کچھ اس طرح سوچا اور آج اس کی آمد کی جو اُمید سی بندھی وہ دل ہی دل میں بڑی حد تک مطمئن اور مسرور ہو گئی۔

اپنے چہرے پر ٹھنڈا پانی اُچھالتے ہوئے وہ تصورات کے تانے بانے میں گرفتار ہو چکی تھی۔ اس کے لیے یہ بات بڑی حد تک اطمینان قلب کا باعث تھی کہ آج ہی رات کوشا توجہ بھی آرہا ہے ــــ کاکا نے بتایا ہے کہ وہ بھی برو دلے میں ٹھہرے گا۔ ایسے میں ڈیر بالڈ کی آمد اُس کے لیے تقویت اور ہمت کا باعث تھی ــــ ڈیر بالڈ سے کہہ کر میں بھی برو دلے ہی میں ٹھہر جاؤں گی ــــ اُس نے سوچا، اس لیے ڈیر بالڈ کچھ دن سے جب بھی ادھر آتا کوشلیا کے پاس جھونپڑے ہی میں ٹھہرنے لگا تھا۔ لیکن یہ بات صرف ڈیر بالڈ ہی کے لیے مخصوص تھی۔

"منہ ہاتھ دھو کر جب کوشلیا اُٹھی تو اُس نے ایک بھرپور انگڑائی لی۔ پھر اس کا جی چاہا کہ گنگنائے ــــ لیکن وہ گنگنا نہ سکی۔

پھر کچھ سوچ کر بجائے اس کے کہ آئینے کے مقابل ہو کر وہ سنگھار کرنے لگتی اُس نے غسل خانے کا رُخ کیا ــــ وہ دیر تک نہاتی رہی۔ نہا دھو کر جب وہ آئینے کے سامنے آئی تو اپنے لمبے لمبے بالوں کو تولیے میں لپیٹ کر وہ گنگنا

رہی تھی۔

"ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک"۔

پہلا مصرعہ ذہن پر بار بار ڈالنے کے باوجود اسے یاد نہیں آرہا تھا۔
ڈیر بالڈ کا پسندیدہ یہ شعر جب بھی وہ ترنگ میں ہوتا اپنی بے سری آواز
میں لہک لہک گاتا تھا اور کوشلیا ہنس ہنس کر داد دیتی تھی۔

کپڑے پہن کر بال سنوارتے ہوئے اپنا عکس آئینے میں اُس نے دیکھا ــ
وہ آج بھی کتنی سجل ہے' دیکھے جانے اور چاہے جانے کے لائق۔ لیکن اُس
کے دل پر ایک چوٹ سی لگی ــ جب کاکا کی کہی بات اُسے یاد آئی۔
زنانہ لباس میں شانو جبہ بالکل تمہاری طرح لگ رہا تھا ــ مجھے تو
اس حد تک دھوکا ہوا کہ میں سمجھا تم آگئی ہو۔"

شانو تونے جب دنیا میں آنکھیں کھولیں تو میری دنیا میں کیسے اُجالے
سے بکھر گئے تھے۔ میں سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ تیرا باپ جس نے جنم جنم تک
میرا رہ کر زندگی گزارنے کی قسمیں کھائی تھیں مجھے یوں تڑپتا ہوا چھوڑ کر
چلا جائے گا کہ تجھے اپنے وجود میں چھپائے میں اپنے گھر بھی نہ لوٹ سکوں گی۔
جہاں میری ماں مجھے رو رہی تھی۔ جہاں شہتوت کا وہ درخت مجھے رو رہا تھا
جس پر میں کالج سے لوٹ کر چڑھ جاتی تھی اور لال لال کالے کالے شہتوت
توڑ توڑ کر مزے سے کھاتی تھی ــ میرے چھوٹنے سے گھر کی وہ کھڑکی جو مجھے

رہی تھی جس کی ٹھنڈی سلاخوں کو ہتھیلیوں سے چھو کر میں ایک گدگدی سی محسوس کرتی تھی اور پھر اس کھڑکی پر بیٹھ کر سامنے شنٹنگ کرتے ہوئے انجنوں اور دندناکر گزرتی ہوئی ٹرینوں کو دیکھ دیکھ کر سوچتی تھی کہ لوگ تیزی سے زندگی کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ اُنھیں اپنی ذات سے متعلق سوچنے کی فرصت بھی نہیں ملتی ـــــ اور ہاں وہ مَیلی راجہ جو ایک تارے پر رام لیلا گاتا تھا ــــ عمر کے تفاوت کے باوجود وہ میرا کیسا دوست تھا۔ میں چپکے سے ماں کے صندوق سے پیسے اُڑالاتی اور اُس کی بند مٹھی میں رکھ دیتی ـــــ وہ بھی تو کبھی مٹھی کھول کر دیکھنے کی زحمت نہ کرتا اور اک تارا چھیڑ کر بھجن گانے کے لیے بیٹھ جاتا ـــــ اُس کی آواز باریک سی تھی۔ کیسی رسیلی! کبھی کبھی تو پیسے نہ ہوتے تو میں اُس کی مُٹھی کھول کر اس طرح اُس کی ہتھیلی میں چٹکی بھرتی جیسے پیسے جما رہی ہوں اور پھر خود ہی مٹھی بند کر دیتی ـــــ وہ مُسکراتا' خالی ہاتھ اس طرح اپنی لمبی کرتی کے جیب میں ٹھونس کر خالی کر دیتا جیسے وہ ریزگاری سے بھرا ہوا تھا ـــــ اور پھر اک تارا چھیڑتا ـــــ ماں بھی پلو سر پر ڈال کر میرے پیچھے کھسک آتی ـــــ اور ہاں وہ شریر لونڈا جس کی ماں میری ماتا جی کے پاس آتی جاتی تھی۔ کیسے دیدے مٹکا مٹکا کر مجھ سے کہا کرتا تھا ـــــ 'مجھے بالکل اپنی جیسی پتنی لادو یا پھر تم ہی اتنی چھوٹی ہو جاؤ کہ میں تمھیں بیاہ سکوں ' ـــــ یہ باتیں اُس کی ماں نے اُسے سکھائی تھیں ـــــ سنتی ہوں

کہ ماں مر گئی ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ ماں کی اس سہیلی نے آخری وقت تک اس کی نگرانی کی ہے ___ میری ماں کو میرے غم نے ہی تو مارا ہے۔ شانوجہ لیکن میرا دل نہ پسیجا۔ کیسی شرم دامن گیر تھی ___ تجھے پیٹ میں چھپا کر بھی تو میں اپنی ماں کے سینے سے لگ کر رو سکتی تھی ___ سارے پاپ دھل جاتے تھے ___ اور نہ بھی دھلتے تو کیا ہو جاتا ___ غم کے وہ بادل تو دل پر سے چھٹ ہی جاتے۔ آج جن کے سائے میں کتنے ہی انجانے راستوں پر میں بھٹک گئی ہوں اور ان راستوں پر مجھے صرف تیرا سہارا ہی تو تھا شانوجہ! لیکن تو نے بھی اچھا کیا ___ لوگ کہتے ہیں یہ کلجگ ہے جو جیسا بوتا ہے ویسا ہی کاٹتا ہے۔ ماں نے تڑپ تڑپ کر پتہ نہیں۔ مجھے کیسی بددعا دی تھی کہ تو آج مجھے رلا رہا ہے۔ چلو یوں ہی سہی ___ اس جنم ساری محرومیاں بٹور کر میں اگلے جنم کی تیاریاں کر لوں گی لیکن اس طرح جی لینا تو سہل نہیں ہے۔

رنج و غم کے وہ بادل جو تین روز سے کوشلیا کے سر پر سایہ فگن تھے ذرا کی ذرا چھٹے تھے ___ خوشی کی تازہ اور نرم دھوپ اس کے وجود میں پھیلی تھی اور نہانے کے بعد مسکراہٹ بن کر اس کے ہونٹوں پر چھا گئی تھی۔ پھر یہی نرم دھوپ آواز کا جادو بن کر پھوس کے جھونپڑے میں تیرتی پھر رہی تھی کہ شانوجہ نے کوشلیا کو پھر اداس کر دیا ___ اپنے اندر چھپی ہوئی

اس دھوپ چھاؤں کی کیفیت کو ابھی وہ جھٹلا بھی نہ سکی تھی۔

کاکا نے جھیل کی سیر کرا کے اس نوجوان خوبصورت جوڑے کو گیسٹ تک چھوڑا اور خود ہی وہ پیلے گلاب جاتے وقت اُس نے ان کی نذر کر دیے کیونکہ اپنے اس فرض کو ادا کرنے کے لیے کوشلیا ابھی تک چمن میں نہیں آئی تھی ___ نوجوان جوڑا چلا گیا تو کاکا کٹیا میں چلا آیا ___ کوشلیا سج دھج کر باہر ہی آ رہی تھی ___ کاکا نے اس کو اس عالم میں دیکھا تو اُس کو کوشلیا سے اپنی خوشیاں چھپانی پڑیں ___ دعائیں دے کر کاکا نے صرف اتنا کہا کہ دُکھ درد کا ہنس ہنس کر مقابلہ کرنا چاہیئے کوش۔ ___ کوشلیا نے کاکا کی بانہہ پکڑ کر اُس کو چمن میں واپس لاتے ہوئے کہا۔

"آج ڈیر بالڈ آ رہا ہے ___ آج اُس کے ساتھ میں نے سوچا ہے کہ میں بھی برو دلے چلی جاؤں تاکہ شانوجہ کا وہیں انتظار کر سکوں ___ اپنی آنکھوں سے دیکھوں بھی کہ وہ کس کے ساتھ آتا ہے۔"

"تم کیا کرو گی دیکھ کر ___ اسے دیکھ کر تمھیں زیادہ ہی دُکھ ہو گا ___ وہ کسی کے ساتھ آئے تمھیں کسی سے اُلجھنا نہیں چاہیئے۔ خوشی سے اس کا انتظار کرو تاکہ وہ یہاں واپس آجائے۔"

"میں کچھ نہیں کروں گی کاکا ___ دیکھوں گی کہ وہ مجھ سے آنکھیں چار کر سکتا ہے یا اتنا سفاک ہو گیا ہے کہ اپنے کیے پر اُس کو کوئی پچھتاوا نہیں۔

ـــــ آج مجھے اپنی ممتا کا امتحان لینا ہے کا کا۔ آج مجھے دیکھنا ہے کہ شانوجہ کے لیے میں کوئی فیصلہ کر سکتی ہوں یا خود اپنے بارے میں مجھے کوئی فیصلہ . . . . شانوجہ میری زندگی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ اپنی اس زندگی سے کیا سلوک کرنا ہے ــــ تم ٹھیک ہی کہتے ہو کہ اُس سے۔ رندولے میں مل کر مجھے زیادہ دکھ ہو گا ـــــ لیکن اب دُکھ درد کے سوا رہ ہی کیا گیا ہے۔"

کوشلیا ہارے ہوئے جواری کی طرح مُسکرائی، اُس نے ہاتھ بڑھا کر گلاب توڑ لینا چاہا تو کانٹا اُس کی اُنگلی میں چُبھ گیا۔ اُنگلی کو اپنے دوسرے ہاتھ سے دبا کر اُس نے سُرخ خون کی ایک بوند نکالی اور آنچل سے خون پونچھ کر اپنا لب زبان سے انگلی کے ننھے سے زخم کو لگاؤ یا جس میں سوزش ہو رہی تھی ـــــ پھر گلاب توڑ کر سونگھتے ہوئے اُس نے کا کا سے پوچھا تم نے شانوجہ کے بارے میں تفصیل سے کچھ نہیں بتلایا۔

"میں بتلا بھی کیا سکتا ہوں ـــــ صمصام دین کے بتلائے ہوئے پتہ پر میں نے اُس سے ملنے کی کوشش کی۔ کہلا بھیجا کہ شانوجہ سے ملنے کے لیے اُس کا کا کا آیا ہے۔ مجھے ٹکا سا جواب دے دیا گیا کہ یہاں کوئی شانوجہ نہیں ہے اور یہ خانوں کے سردار کا گھر ہے۔ میں نے پہرہ کے ایک نوجوان سے دوستی بڑھائی۔ اُس کو ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھلایا۔ چائے، پان اور

سگریٹ سے اُس کی تواضع کی۔ اُس نے بتایا کہ سردار آج شہر جا رہا ہے اور وہ خوبصورت سی لڑکی جو اُس کے ساتھ ہے وہ اپنے گھر چلی جائے گی۔ سرداروں کا لاکھا آدمی ہے ـــــ پہرہ دار نے مجھے بتایا ـــــ کاکا کہہ رہا تھا اور کوشلیا ہمہ تن گوش تھی ـــــ لونڈیا کسی اچھے گھر کی معلوم ہوتی ہے۔ بڑی پٹاخہ ہے، بڑی پیاری۔ خان کا کوئی منہ چڑھا اسسٹنٹ ہے وہ اُسے پہنچانے کے لئے آئے گا ـــــ خان بڑا اگتہ دار ہے۔ بڑی بڑی سرکاری عمارتیں خان ہی نے بنوائی ہیں۔ رہن بستی میں جذامیوں کا جو دواخانہ بن رہا ہے۔ یہ دواخانہ رہن بستی سے ساڑھے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔ خان کی نئی معشوقہ کچھ ہی دیر ہوئی خان کے ساتھ اس نئی عمارت کو دیکھنے گئی ہے۔

میں نے چُپ رہنا ہی بہتر سمجھا اس پہرہ والے سے جس کا نام شاید کلیم خاں تھا، میں نے بس یہ کہا کہ میرا اپنا نور نظر یہاں کسی خان کے گھر میں ملازم ہے۔ میں اسی سے ملنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس پر کلیم خاں نے مجھے خانوں کے دوسرے گھروں کے پتے دیے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلایا کہ اب اس بستی میں کوئی خان ایسا خوشحال نہیں ہے جو بھاجی ترکاری کے لیے کسی چھوکرے کو ملازم رکھے۔ ویسے سود کا پیسہ ان گھروں میں بھی کم نہیں لیکن دل ہر ایک کے پاس کہاں ہوتا ہے۔

ہوٹل سے نکل کر میں پھر پہرے والے کلیم خاں کے ساتھ باتیں کرتا سردار کے گھر تک پہنچا۔ راستے میں باتوں باتوں میں اتنا تو معلوم ہو سکا کہ سردار کی نئی معشوقہ یہیں چار چھ میل دور کسی پر فضا مقام پر رہتی ہے کلیم خاں کو اس مقام کا نام یاد نہیں تھا ــــ اُس نے بتایا کہ اس مقام کی بہت باتیں سُنی ہیں۔ سُنا ہے کہ بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ ہر اتوار کو بہت سے لوگ دُور دُور سے سیر کو آتے ہیں۔ مسافروں کے ٹھہرنے کو جھیل کے کنارے اچھا سا بنگلہ ہے۔ میں بھی ادھر جانے کی سوچتا ہوں۔ اس بستی میں زیادہ پُرانا آدمی نہیں ہوں، شہر میں رہتا ہوں۔ سردار کے بنگلے پر ملازم ہوں۔ وہ میرے کام سے خوش ہے۔ مجھے ترقی دے کر یہاں لے آیا ہے۔ میں یہاں کے پہریداروں کا حوالدار ہوں۔ سردار مہینے میں چار چھ بار یہاں ضرور آتا ہے۔ جذام کے دواخانے کے کام کا معائنہ کرتا ہے اور مزدوروں میں اپنے سامنے مزدوری تقسیم کرواتا ہے۔ دل کا اچھا ہے، نظر کا اچھا نہیں۔ مزدوروں کو اُن کی ضروریات پر پیشگی رقومات دے دیتا ہے لیکن کسی کی بہو بیٹی پر بُری نظر ڈالنا بھی شرافت نہیں ــــ اپنے ہی ماتحتین کی بہو بیٹیوں پر بُری نظر ڈالنے میں بھی اُس کو عار نہیں ــــ یہی ایک بات بُری ہے ــــ مہینہ بھر پہلے وہ کسی برہمن لڑکی کو لے آیا تھا ــــ مگر اس عشق میں خان کو بہت پریشانی اُٹھانی پڑی ــــ پولیس کو بہت سا روپیہ کھلایا گیا۔

تب کہیں جا کر مشکل ٹلی۔ لڑکی کے ماں باپ بھی شہر کے کھاتے پیتے لوگ تھے ــــ لیکن لڑکی جتنے دن یہاں رہی، میں تمھیں ایمان کی بات بتلادوں، خوش رہی۔ میں نے اُس کو کبھی اُداس نہیں دیکھا۔ میں یہ اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی بھی راضی خوشی تھی۔ لیکن اُس کے والدین نے اغوا کا کیس بنا کر خان کو پریشان کیا۔ لیکن خان کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ اُس نے پولیس ہی کو خرید لیا۔

ہم یہی باتیں کرتے سردار کے گھر تک پہنچے تھے کہ بڑا سا موٹر آتا ہوا نظر آیا۔ کلیم خاں نے مجھے ادب سے کونے میں ہٹ کر ٹھہر جانے کو کہا اور خود پہرہ داروں کی طرح اٹین شن ہو گیا۔

موٹر جب گیٹ میں داخل ہونے لگا تو اُس کی رفتار بہت ہی کم ہو گئی ــــ میں نے شانو جہ کو اچھی طرح دیکھا ــــ وہ لال ساری میں پیاری سی دلہن نظر آتا تھا۔ بالوں کا جوڑا باندھ کر اُس نے جوڑے میں پھول لگا رکھے تھے ــــ موٹر تیزی میں ہوتا اور اگر میں اُس کی صرف جھلک دیکھ سکتا تو میرے لیے پہچاننا مشکل ہوتا ــــ مشکل تو مجھے اس وقت بھی ہوئی لیکن خود شانو جہ نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور اُس کی نظروں نے مجھے اُس کو پہچان لینے میں مدد دی ــــ

کاکا اُس کے بعد خاموش ہو گیا۔

کوشلیا کہنے لگی ——

"اور وہ آج رات یہاں پہنچ رہا ہے —— خان کا اسسٹنٹ اُس کو چھوڑنے کے لیے یہاں موٹر پر لائے گا۔"

کوشلیا نے شانوجہ کی کہانی کو ان دو جملوں پر ختم کر دیا جسے اب تک کاکاشا رہا تھا لیکن یہ دو جملے کوشلیا نے اس طرح ادا کیے جیسے گنگنا رہی ہو۔

لمبی سیاہ زلفیں چونکہ اب خوبصورت جوڑے میں تبدیل ہو کر پھولوں کی منتظر تھیں اس لیے کوشلیا نے جوڑے میں اس گلاب کو ٹانک لیا جسے شانوجہ کی روداد سُننے کے دوران میں وہ سونگھتی رہی تھی —— اُسے پہلی بار محسوس ہوا تھا کہ یہ پھُول کاغذی ہو گئے ہیں۔ اُن میں کوئی خوشبو نہیں ہے۔ اس لیے دو اور خوبصورت سے گلاب توڑے اور بغیر سونگھے جوڑے میں سجا کر چمن میں اس طرح اِدھر اُدھر دیکھا جیسے ہرنی اپنی ٹکڑی سے بچھڑ کر دیکھتی ہے۔

پیچھے دار لال پھُولوں کی ہری بیل کے پیچھے جو چمن کے حصار کی طرح اطراف میں پھیلی ہوئی تھی صمصام زین اسے گیٹ کی طرف آتا ہوا نظر آیا —— وہ بہت تیز تیز اس طرف کو آ رہا تھا —— گیٹ میں داخل ہوا تو کوشلیا مسکراتی ہوئی اُس کی طرف بڑھی —— صمصام زین اس التفات پر

جانے سے باہر ہوا جا رہا تھا ـــــ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا کوشلیا نے اس ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

"صَم تم نے میرے لیے بہت کچھ کیا۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں تمھاری ہمدردیوں کے جواب میں کچھ کہہ سکوں۔"

"خاموشی سے کسی بات کا اعتراف کر دینا زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے" ـــ صمصام زین نے اُس طرح کہا جیسے کوشلیا کے سامنے بات کرنے کا سلیقہ اُسے آگیا ہو۔

"تمھارا یہ وقت تو بڑی مصروفیات کا ہے پھر تم کیسے آگئے؟"

صمصام زین کی نظریں کوشلیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں ـــ اور وہ پہلی بار کوشلیا کو ان نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

کوشلیا نے صمصام زین کی حالت دیکھی تو اُس کو اُس پر ترس آیا۔ وہ بالکل بھول چکی تھی۔ اُس نے آج ہی بڑی سنجیدگی سے صمصام زین کے بارے میں کچھ سوچا بھی تھا۔

"کیسی کیسی مہمل باتیں میں نے سوچی تھیں ـــ کوشلیا پھر اُس موڈ میں آگئی تھی کہ بڑی سفاکی سے اپنے ہی جذبات کا جس کے بارے میں کچھ ہی دیر پہلے وہ سنجیدہ تھی مذاق اُڑا رہی تھی۔

صمصام زین نے خواب سے چونکتے ہوئے کہا۔

ہیتیسن نے سعید صاحب سے پچھوایا ہے کہ کوئی پارٹیشن آپ لوگوں کے لئے
ا سے اس لیے کہ آج لوگ کچھ زیادہ ہی ہیں شاید آپ لوگوں کے آنے تک
خالی نہ رہیں۔ اس لیے اگر وہ کہتے ہیں تو ریزرویشن کارڈ لگایا جا سکتا ہے۔
لیکن وہ ہیں کہاں! ـــــ تو وہ یہاں آئے نہیں۔"

" اچھا ـــــ تو پھر آتے ہی ہوں گے ـــــ وہ آچکے ہیں۔ میں نے خود
ہے۔"

" خیر وہ آجائیں گے ـــــ لیکن صمم تم مسٹر ہینسن سے کہہ دو کہ کیبن کی
ت نہیں ہے۔ آج ہم فیروزے نہیں آئیں گے۔"

" آ بھی جائیے نا ـــــ دل بہل جائے گا۔"

" تو گویا تم ہینسن کی وکالت بھی کرنے لگے ہو؟"

" نہیں نہیں ـــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے تو صرف آپ کے
ہ چاہا تھا۔

کوشلیا صمصام زین کی معصوم بوکھلاہٹ پر ہنس پڑی۔

وہ بھی ہنسنے لگا۔

" تو پھر کہہ دوں کہ . . . "

" ہاں بالکل قطعی ـــــ"

صمصام زین لوٹ رہا تھا کہ کوشلیا نے ڈریا آلڈ کو گیٹ میں داخل ہوتے

ہوئے دیکھا ———

"لو وہ آگئے سعید صاحب۔"

ڈیر بالڈ کی شخصیت گرے رنگ کے فل سوٹ میں نکھر رہی تھی۔ اُس نے قریب آکر بڑی بے تکلفی سے کوشلیا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور صمصام زین کی پرواکیے بغیر دوسرا ہاتھ اُس کی کمر میں ڈال کر اُس کو اپنے بالکل قریب کر لیا۔

کوشلیا کے لیے یہ بات کسی طرح نئی نہیں تھی لیکن آج اُس نے صمصام زین کی موجودگی کو جانے کیوں بڑی طرح محسوس کیا اور غیر شعوری طور پر کچھ کھسک کر ڈیر بالڈ سے الگ ہو گئی۔

"ہیلو ڈارلنگ، کدھر آگئے ہیں یہ صمصام زین بہادر۔ یہ ہیفین کے کزن؟"

صمصام زین، بہادر کے خطاب پر اپنی جھکی جھکی نظروں کو اُٹھا کر مسکرایا۔

"ہیفین نے پچھوایا ہے کہ اگر ضرورت ہو تو کوئی کیبن انگیج کیے دیتے ہیں۔ اس لیے کہ فیوزرے میں آج کچھ زیادہ ہی لوگ آ رہے ہیں ——— لیکن میں نے کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"بھلا اس میں ضرورت کا کیا سوال ہے ——— صرف محسوسات کی بات ہے۔"

ڈیر بالڈ نے کوشلیا کے جوڑے کے گلاب کو درست کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں آج میں فیوزرے چلنے کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں ——— تم سے

بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"باتوں کے لیے نیوز سے اچھی جگہ کون سی ہو سکتی ہے جان۔"

"میں نے کہہ دیا نا کہ نہیں۔"

"تو پھر تعمیلِ حکم ہو۔" ـــــ ڈیر بالڈ نے صمصام دین سے مخاطب ہو کر کہا ـــــ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر ہنسنے لگے۔

صمصام دین جا چکا تو ادھر اُدھر نظریں دوڑا کر ڈیر بالڈ نے کوشلیا کی گردن چوم لی جو کہ پھولوں سے سجے ہوئے جوڑے کے نیچے واقعی پیاری لگ رہی تھی۔

"کاکا یہیں کہیں ہوگا" ـــــ کوشلیا نے پرے ہٹتے ہوئے کہا۔

"چلو پہلے کاکا سے مل لیتے ہیں۔"

ڈیر بالڈ نے پیچھے ہی سے پکار کر کاکا کو سلام کیا جو جوہی کے پودوں کی جڑوں میں صفائی کر رہا تھا۔

"اچھا ہوا جو تم آگئے ہو سعید میاں۔" کاکا نے ڈیر بالڈ کو مخاطب کر کے کہا۔ "تین چار روز سے یہ رو رو کر ہلکان ہوئی جاتی ہے ـــــ نہ تمھارا خط آنے پر اُس نے آدمیوں جیسی صورت بنائی ہے نہ تو ہر کوئی بچھڑے ہیں، میں نے اس کے آنسو دیکھے ہیں ـــــ تم آگئے ہو تو جیسے اسے بہت سی آگئی۔ دیکھو کس طرح مزے سے مسکرا رہی ہے جیسے ان چھ دنوں میں اُس پر کچھ بیتا ہی نہیں۔"

"بات کیا ہے کاکا؟"

"بات کیا ہوگی ۔۔۔ بس وہی اُس کی قسمت کا چکر ہے۔ لونڈا اب بالکل آوارہ ہو گیا ہے پہلے نیوزے اور یرودلے کے اطراف گھوم پھر کر بڑی رات کو سہی آ تو جاتا تھا ۔۔۔ کوئی چار چھ دن سے پتہ ہی نہ تھا اور یہ ادھر اُدھر کی باتیں سُن کر رو رہی تھی ۔۔۔ آج صمصام زین نے اُس کا پتہ اُٹھایا ہے ۔۔۔ میں بھی رہن بستی ہو آیا ہوں۔ رشا تو جہ کو دیکھ آیا ہوں، اپنی انہی آنکھوں سے جنھوں نے خوشیاں کم غم زیادہ دیکھے ہیں ۔۔۔ لیکن شاید مجھ پر بھی یقین نہیں کرتی ۔۔۔ شانو کی ساری رُودادِ سُنی ہے ۔۔۔ برہم ہوتی ہے ۔۔۔ روتی ہے۔ کہتی ہے کہ اس کی صورت نہیں دیکھوں گی لیکن پھر تھوڑی تھوڑی دیر سے کسی نہ کسی حیلے مجھ سے پوچھتی ہے :

"تم اپنی آنکھوں سے اُسے دیکھ آئے ہو نا کاکا؟"

"پگلی کہیں کی ۔۔۔ ان دنوں تمھاری اُس کو ضرورت تھی سعید میاں۔ اچھا ہوا جو تم آگئے۔"

کاکا نے بغیر رُکے ساری باتیں ڈیریالڈ کو بتلا دیں اور پھر جڑی کے پودوں میں جھک گیا۔ جیسے کوشلیا کی طرف سے مطمئن ہو گیا ہو۔

ڈیریالڈ نے کنیا کا رُخ کرتے ہوئے کہا ۔۔۔ "چلو کوش مجھے اچھی سی چائے پلاؤ ۔۔۔ بلکہ میری رائے میں نیوزے چلی چلو۔"

"نہیں ـــــ تم ایک کام کرو ـــــ میں تمھارے لیے چائے بناتی ہوں۔ تم اس وقت تک برووے میں کوئی کمرہ انگیج کر آؤ ـــــ میں نے طے کیا ہے کہ آج ہم برووے میں ٹھہریں گے۔ تم جلدی سے ہو آؤ تو پھر میں تم سے جی بھر کر باتیں کروں۔ ڈرتی ہوں کہ سارے کمرے انگیج نہ ہو جائیں۔"

"گڈ ـــــ بہت اچھی بات ہے ـــــ تو پھر میں ابھی آتا ہوں ـــــ اور ہاں تو میں بھول ہی گیا ـــــ وہ دیکھو ـــــ"

کوشلیا نے ڈیر بالڈ کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا۔ پتھر کی بنچ پر اُس کا خوبصورت سا سُوٹ کیس دھرا تھا۔

"لو چلو میں کٹیا تک پہنچا دوں" ـــــ دونوں اُس بنچ کی طرف بڑھے۔ کوشلیا نے سوٹ کیس کا ہینڈل پکڑ کر اُٹھایا ـــــ "ہلکا ہے ـــــ میں لے جا سکتی ہوں۔"

"نہیں جان ـــــ میں ان نازک ہاتھوں کو زحمت نہیں دوں گا۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوگا ـــــ میں کوئی چھوئی موئی ہوں۔"

"تو پھر یہ چابیاں بھی لے جاؤ ـــــ اپنی ضرورت کی چیزیں اس میں رکھ لو ـــــ میں نے تمھاری پسندیدہ بیر کے لیے ایک بہت عمدہ مگ لیا ہے۔ بلجیم کا کٹ گلاس ہے ـــــ تمھارے ہونٹوں تک پہنچے گا تو اور حسین ہو جائے گا۔"

"اچھا اب شاعری چھوڑ دو بھی" ـــــ کوشلیا نے مسکرا کر چابیاں ڈیر بالڈ

سے لپیٹتے ہوئے کہا ــــــ اور سوٹ کیس اٹھائے تھوڑا سا ایک طرف کو جھک کر وہ کٹیا کی طرف جانے لگی تو ڈیر یالڈ کھڑا اُس کو کن کھائے ہوئے پتنگ کی طرح بجائے فضاؤں کے زمین پر ڈولتا ہوا دیکھتا رہا۔

کوشلیا نے پلٹ کر دیکھا تو اُس کو ڈیر یالڈ کا اس طرح اپنی طرف دیکھتے رہنا اچھا سا لگا ــــــ اُس نے ادائے دلبری سے پکار کر کہا ــــــ چلو جلدی سے ہو آؤ۔ ابھی تک یہیں کھڑے کیا دیکھ رہے ہو ــــــ اور ڈیر یالڈ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا روانہ ہو گیا۔

مٹی کے تیل کا اسٹوو جلا کر پہلے کوشلیا نے چائے کی کیتلی اُس پر رکھ دی۔ وہ گنگنا رہی تھی ؎

ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

دوسرا مصرعہ جو دراصل پہلا مصرعہ تھا اُسے اب بھی یاد نہیں آرہا تھا۔

اُس نے اپنا ایک معمولی سا کپڑوں کا جوڑا نکال کر رکھنے کے لیے ڈیر یالڈ کا سوٹ کیس کھولا۔ سوٹ کیس میں ڈیر یالڈ کا صرف ایک نائٹ سوٹ، ایک شرٹ اور ایک پتلون تھا اور تولیے میں کوئی چیز بڑی احتیاط سے لپٹی ہوئی تھی۔ اُس نے کھول کر دیکھا۔ ایک بہت ہی خوبصورت سا نگ تھا جو یقیناً بدیسی تھا۔ سوٹ کیس کی وہ پرس جس پر زپ لگی ہوئی تھی کچھ پھولی ہوئی سی تھی۔ کوشلیا نے زپ کھینچ کر وہ پلندہ نکالا جو اس میں محفوظ تھا۔ اُس میں

کوشلیا کے اپنے لکھے ہوئے خطوط تھے اور خطوط کے بیچ میں سو سو روپے کے کئی نوٹ تھے ــــ کوشلیا نے انھیں گنا ــــ پورے اکتالیس تھے ــــ چار ہزار ایک سو روپے۔

اتنا بہت سارا روپیہ اُس نے اپنے ساتھ کیوں رکھا ــــ؟ یہ بات ایک سوالیہ علامت بن کر اُس کے ذہن میں اُبھری ــــ اور ڈیریالڈ نے مجھے کچھ بتایا نہیں۔ چابیاں دے کر اُس نے یہ بھی تو نہیں کہا کہ انھیں حفاظت سے رکھنا ــــ وہ مجھ پر کتنا بھروسہ کر رہا ہے۔

ڈیریالڈ کی یہی باتیں کوشلیا کے صبر و ضبط کا امتحان لیتی تھیں ــــ مجھ پر تمھیں اتنا اعتماد ہے۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچا۔ اُسے اس لمحہ وہ سب لوگ یاد آئے جو اُس سے محبت کی باتیں تو کرتے تھے لیکن سونے سے قبل اپنی جیب سے ایک ایک پیسہ نکال کر گن لیتے تھے۔ زندگی کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ڈیریالڈ ہی میرے لیے بہت کچھ ہے۔ ایسی قندیل کے مانند جو اپنی کسی خرابی کی وجہ سے بھڑک تو اُٹھتی ہے لیکن احتیاط سے بتی کو نیچے اُوپر کر کے کوشلیا اُس کو راستہ دکھلانے کے قابل بنا لینے کا گُر جان گئی ہے۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُس کے اطراف اندھیروں اُجالوں کا ایک جال سا بن گیا ہے۔ ــــ شانتو جو اُسے مایوسی کن اندھیروں میں ڈھکیل رہا ہے اور ڈیریالڈ اُس کو اُمید کی روشنی دکھا کر زندگی کی طرف کھینچ رہا ہے۔

چائے کا پانی کھولنے لگا تو اُس نے اسٹوو کے شعلے کو کم کرنے کے لیے ہیٹر سے تھوڑی سی ہوا نکال دی تاکہ ڈیر بالڈ کی واپسی پر پتی ڈال کر چائے تیار ہو سکے پھر اُس نے نکالے ہوئے سارے کپڑے سوٹ کیس میں رکھ دیئے اور اپنے خطوط اور نوٹوں کے پلندے کو اُسی جگہ پر رکھ کر سوٹ کیس کو مقفل کر دیا۔

کھڑکی سے جھانک کر اُس نے کاکا سے پوچھنا چاہا کہ کیا وہ بھی چائے پیے گا۔ لیکن کاکا جو ہی کے پودے کے پاس نہ تھا ــــ کوشلیا اس کھڑکی سے ہٹ آئی اور مشرق کی جانب کھلتی ہوئی کھڑکی سے دیکھا تو کاکا تین مسافروں کو بجرے میں بٹھائے جھیل کی سیر کر رہا تھا۔ ان میں دو مرد تھے اور ایک عورت تھی۔ عورت کی گود میں بچہ تھا۔ بچہ کی موجودگی نے شک و شبہہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی تھی۔ اُس کے ذہن میں یکایک خیال آیا کہ ڈیر بالڈ اور پیارے لال کو پہلے پہل جب اُس نے جھیل کی سیر کرائی تھی ــــــــــــــــ

ــــــــــــــــ تو اسی طرح دو مرد تھے، ایک عورت اور ایک بچہ ــــ کاکا اسی طرح بے نیاز اپنی ہی دھن میں چپّو چلا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی کہ اس دن کو اپنی زندگی کے اچھے دنوں میں شمار کرنا چاہیئے یا بُرے دنوں میں ــــ اس دن جہاں ڈیر بالڈ کی ہمدردیاں اُسے نصیب ہوئیں وہاں پیارے لال نے شانوجہ کو اُس سے چھین لیا۔

پیارے لال نہ آتا اور وہ دل دہلا دینے والا حادثہ اگر نہ ہوتا تو شاید

پیارے لال شانوجہ کو تباہی کے اُس راستے پر نہ لے جا سکتا جس کا ذکر ڈیر بالڈ نے اپنے حالیہ خط میں کیا ہے کہ پیارے لال برابر شانوجہ سے ملتا رہا ہے ـــــ کچھ سوچ کر اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ دن اُس کی زندگی کا منحوس ترین دن تھا۔

قدموں کی چاپ سُن کر وہ پہچان گئی کہ ڈیر بالڈ آرہا ہے ـــــ اس پر کبھی بھی اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کہ وہ اس سے ملاقات کے پہلے دن کو اپنی زندگی کا منحوس ترین دن سمجھتی ہے۔ دل میں اُس نے ارادہ کر لیا کہ کسی کمزور لمحے میں بھی وہ ڈیر بالڈ سے کوئی بات نہیں کرے گی جس سے یقیناً اُس کا دل ٹوٹے گا۔

قریب ہو کر قدموں کی چاپ بجائے اس کے کہ زیادہ واضح اور نمایاں ہو جاتی کچھ اور مدھم پڑ گئی ـــــ کو شلیا جان گئی کہ ڈیر بالڈ دبے پاؤں اُس کے قریب آرہا ہے تاکہ اُس کو ان خیالوں سے چونکا کر نکال سکے جس میں وہ زنجیر ہو گئی ہے ـــــ !

کسی نے پیچھے سے اُس کی آنکھیں دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیں اور پھر چٹا چٹ اُس کے گال چوم لیے ـــــ ان ساری باتوں کی عادی ہونے کے باوجود اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا ـــــ یہ سُرخی ڈیر بالڈ سے جذباتی لگاؤ کا صاف اظہار تھی۔

"چھوڑو بھی پہلے مجھے یہ بتاؤ تمھیں کمرہ مل گیا ہے یا نہیں۔"

"مل گیا ہے ہم دونوں ہی کو ایک ایک کمرہ مل گیا ہے۔" ـــــ کوشلیا چونک سی گئی ـــــ پلک جھپکنے میں اُس کی آنکھوں پر سے ہاتھوں کی گرفت ہٹ گئی تھی اور اُس نے دیکھ لیا تھا کہ شانوجہ سامنے کھڑا مسکرا رہا ہے ـــــ وہ مبہوت ہو کر رہ گئی۔

اس غیر متوقع حادثہ کے لیے وہ بالکل تیار نہیں تھی ـــــ بے جذبے سے عاری خالی خالی نظروں سے وہ اُسے تکتی رہی۔ پھر اُس کا سر چکرا گیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا ـــــ آنکھیں بند کر کے وہ ہوا میں جھومتے ہوئے سرو کی طرح دیکھتے دیکھتے جھوم کر رہ گئی ـــــ شانوجہ نے بڑھ کر اُسے سنبھالا۔ سہارا دے کر پلنگ کی پٹی پر بٹھایا اور اُس کی بانہہ پکڑ کر اُسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا ہو گیا ہے تجھے ماں ـــــ دیکھ میں آ گیا ہوں۔"

کوشلیا نے سنبھل کر آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں۔ شانوجہ کو پلکیں جھپکا کر غور سے دیکھا۔ پھر یکایک چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر سسکنے لگی ـــــ شانوجہ کھاٹ کی پٹی پر اُس کے قریب ہو آیا ـــــ "ماں!"

وہ بپھری ہوئی شیرنی کے مانند اُٹھی ـــــ "ماں ـــــ مجھے ماں مت کہنا۔

"میں تیری ماں نہیں ہوں ـــــ اچھا ہوتا اگر تُو مر جاتا اور میں ماں

پکارے جانے کے لیے ترس ترس کر رہ جاتی ——— میں سوچتی تھی ——— میں تو سوچتی تھی کہ جب تو بڑا ہو گا تو مجھ سے کہے گا کہ کاش تم میری ماں نہ ہوتیں اور میں فخر سے سینہ تان کر چلوں گی کہ میں بہرحال تیری ماں ہوں، تیرے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے ——— لیکن آج مجھ جیسی ماں تجھ سے کہہ رہی ہے کہ کاش تو میرا بیٹا نہ ہوتا ——— تو نے کبھی آئینے میں اپنا قد دیکھا ہے۔ اپنے ہاتھ پیر دیکھے ہیں، اپنا سینہ دیکھا ہے ——— تجھے معلوم بھی ہے کہ ماں جب اپنے بیٹے کو عمر کی اس منزل میں دیکھتی ہے تو رعونت کی حد تک خود اعتمادی اُس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے کو عام عورتوں سے بلند و برتر سمجھنے لگتی ہے۔ لیکن تو نے میری زندگی کو اُٹھا کر کھائی کے اندھیروں میں پھینک دیا ہے۔ اس سے اچھا تو یہ ہوتا کہ خود مجھے پھینک دیتا تاکہ تجھے دیکھنے کے لیے زندہ نہ رہتی۔

شانو جو میں نے کیا کیا سوچ رکھا تھا ——— میں سوچتی تھی کہ تو شرم سے میرے سامنے بھی آ نہ سکے گا۔ تیرا کاکا تجھے پکڑ کر مجھ تک لائے گا۔ لیکن تو کس قدر سفاک ہے۔

تجھے اپنے کیے پر کوئی پچھتاوا بھی تو نہیں ——— لجا اور شرم کے لفظ تو نے شاید کبھی سُنے ہی نہیں ——— تجھے آخر یہ کیا ہو گیا ہے شانو جو ——— تجھے آخر یہ سب کیا ہو گیا ہے؟" اور کوشلیا نے پھر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"ماں تو یہ مجھ سے پوچھ رہی ہے کہ لجا اور شرم کے لفظ میں نے سنے ہیں۔
— تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے — اوردلے گیسٹ ہاؤس میں
آج ہم دونوں کے کمرے اتفاق سے ایک دوسرے کے برابر برابر ہیں - ایک دیوار
بیچ میں حائل ہے ماں۔ ایک کمرے میں پیارے لال کے ساتھ میں ٹھہرا ہوں اور
دوسرے میں سعید زماں کے ساتھ تو رہے گی — میں اپنی شرم کی گٹھری اٹھا
لاؤں گا تو اپنی لجا سمیٹ لا — رات گزر جائے تو صبح کو ہم ایک دوسرے
کا چہرہ اجالے میں دیکھیں گے، پھر تو مجھے ایک بار، صرف ایک بار بیٹا پکار
لینا۔ اور مجھے بھی اتنی اجازت دینا کہ میں بھی تجھے صرف ایک بار ماں پکار لوں۔"
اور شانوجہ ٹوٹ گیا — آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر کوشلیا نے اس کو
باہر نکلتے ہوئے دیکھا — پھر کسی غیر ارادی قوت نے اس کو سہارا دے کر
اٹھایا — سحر زدہ عورت کی طرح وہ جیسے سوتے میں اس کے پیچھے چلتی ہوئی
کٹیا کے دروازے تک آئی — شانوجہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا احاطے
کی ہری بھری باڑھ کے قریب پہنچ گیا تھا جس پر لال لال گچھے دار پھولوں
کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں — تانگا بجرہ لے کر تینوں مسافروں کے ساتھ
جھیل میں نکل گیا تھا اور کوشلیا باڑھ کے پرے شانوجہ کو نمودار ہوتا ہوا دیکھنے
کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شانوجہ بھی پلٹ کر اس کی
طرف دیکھے۔ لیکن شانوجہ کا یہ سوال گونج رہا تھا۔

"تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے؟
تو جانتی ہے کہ تو مجھ سے کیا پوچھ رہی ہے؟ تو جانتی ہے کہ ——"
وہ دل ہی دل میں شانوجہ سے باتیں کرنے لگی —— شانوجہ تو کتنا سفاک ہے —— کتنا دلبر اور کتنا ظالم —— میں تو سمجھتی تھی کہ تو تباہی کے راستوں پر چل پڑنے کے باوجود وہی شانوجہ ہے جو رات گئے گھر لوٹتا ہے تو بیر دبا کر چوروں کی طرح اپنے بستر تک آتا ہے اور چپکے سے پڑا رہتا ہے —— میں جاگتی بھی ہوں تو یوں ظاہر کرتی ہوں جیسے جاگ نہیں رہی ہوں —— اور جب یہاں کٹیا میں موجود ہی نہیں رہتی ہوں تو تجھے کتنا اطمینان ہوتا ہے —— ہم دونوں ہی ایک دوسرے سے ڈرتے رہے ہیں شانوجہ —— اور میں آج کے اسی لمحے سے خوف کھاتی رہی ہوں جو اب بظاہر گزر گیا ہے لیکن سچ پوچھو تو ایک نشتر بن کر میرے دل میں اتر گیا ہے۔

تو نے اتنی تلخ باتیں کہاں سے سیکھ لیں —— ابھی اس ناپختہ عمر میں کیا تو نے زندگی کا اتنا شعور حاصل کر لیا ہے جو تیری زبان سے ایسے جملے بھی کہلوا سکتا ہے کہ —— "رات گزر جائے تو صبح کو ہم ایک دوسرے کا چہرہ اجالے میں دیکھیں گے پھر تو مجھے ایک بار بیٹا پکار لینا اور مجھے بھی اجازت دینا کہ میں تجھے ماں پکار لوں۔"

ڈیر بالڈ اب تک نہیں آیا ـــــ وہ اُس کے لیے بے چین ہوگئی کہ وہ آئے تو اُس سے مزید تفصیلات کا علم ہو سکے ـــــ اُداس مضمحل اور تھکی ہاری جب وہ کٹیا میں واپس ہونے لگی تو اس عارضی تازگی کو جو ڈیر بالڈ کا خط پاکر اُس نے حاصل کی تھی شانوجہ نے جیسے نوچ پھینکا تھا۔

کٹیا میں پہنچ کر اُس نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔ غازے اور کاجل کے کے ملے جُلے سفید اور سیاہ دھبے اُس کے چہرے پر نمایاں تھے جو اُن آنسوؤں کی چُغلی کھا رہے تھے جو وہ بہا چکی تھی۔

چائے کا پانی کھول کھول کر سوکھ گیا تھا ـــــ اُس نے کپڑے سے پکڑ کر ڈھکن نکالا اور گلاس بھر پانی کیتلی میں ڈال دیا ـــــ پانی کے جلنے کی چھن چھن ہوئی اور تھوڑا سا دھواں کیتلی سے اُٹھا کرشلیا نے ڈھکن ڈھک دیا۔

میرا حال اُس خالی کیتلی سے ملتا جلتا ہے جو اَنگیٹھی پر دھری بغیر پانی کے جل رہی تھی اور جو پانی میں نے دوسری بار ڈالا ہے وہ گویا ڈیر بالڈ کا خط تھا جس نے مجھے تسکین دی تھی ـــــ لیکن اب شانوجہ نے مجھے جس آگ میں پھینک دیا ہے وہ آگ تو شاید دوزخ کی آگ ہے جسے شاید ڈیر بالڈ بھی نہیں بُجھا سکے گا۔

آج جھیل سے جتنے مسافر لوٹے تھے اُن کی اکثریت زرد گلابوں سے محروم رہ گئی تھی۔ جو نئے تھے اُنھوں نے محسوس بھی نہیں کیا ــــ جو پہلے آ چکے تھے اُنھوں نے کوشلیا کو پوچھا اس کے باوجود بھی کہ کوشلیا کے ہاتھ سے گلاب لینے کے سوا اُن کا کوئی جذباتی رشتہ نہیں تھا۔ بعضوں نے خاموشی اختیار کی اور اپنی بیوی پر اس طرح اثر چھوڑنے کی کوشش کی کہ اُنھوں نے کوشلیا کے نہ ہونے پر کوئی کمی ہی محسوس نہیں کیا۔

کوشلیا نے منھ پانی سے بھگو کر صابن چہرے پر ملا ہی تھا کہ ڈیر یالڈ آ دھمکا اُس نے دروازے میں داخل ہوتے ہوئے پکارا ــــ "کوش" ــــ کوشلیا نے آنکھیں کھول کر اُس کو دیکھا اور پھر جھک کر نل سے گرتے ہوئے پانی کو اپنی ہتھیلیوں کی دولیوں میں بھر بھر کر چہرے پر اُچھالنے لگی۔

"میں جس وقت آیا تھا تم بالکل تیار ہو چکی تھیں ــــ میں شاید آج ہی تم سے ملا ہوں ــــ کیوں۔ ٹھیک ہے نا۔"

اس مذاق کے باوجود کوشلیا مُسکرائی نہیں۔ اُس نے تولیے سے چہرے کو خشک کرتے ہوئے کہا۔

"شانوجہ آیا تھا ــــ وہ ابھی ابھی گیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں" ــــ ڈیر یالڈ کہنے لگا ــــ وہ لوٹتے ہوئے مجھ سے راستے میں ملا تھا۔ میں نے پوچھا بھی ــــ کہنے لگا۔ "تم سے مل آیا ہوں" ــــ

اُس کے چہرے پر میں نے کوئی ملامت نہیں دیکھی ـــــ وہ بالکل مطمئن تھا ـــــ تمھاری طرح نہیں کہ شانوجہ نے تمھارے چہرے پر اتنے نقوش چھوڑے ہیں کہ پھر مجھ سے ملنے کے لیے تمھیں اپنا چہرہ دھونا پڑا ـــــ شانوجہ کو پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ عورتوں کے لباس میں تو وہ بظاہر بہت کچھ بدل جاتا ہو گا لیکن اب اُس کی وہ معصومیت مر چکی ہے جو سال ڈیڑھ سال پہلے گناہ کی چادر اوڑھے تمھارا سامنا کرنے سے اُسے روکتی تھی اور وہ پنجوں پر چل کر اپنے بستر تک پہنچتا تھا۔ آج جب وہ شانوجہ مجھ سے نہیں ملا کوشش تو میں نے بہت کی لیکن تم زیادہ دنوں تک اُس کا پیچھا نہ کر سکو گی۔ وہ بہت دُور نکل گیا ہے اور تمھارا اُس تک پہنچنا اب مشکل ہے۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔"

"چلو چلیں باہر ـــــ سوچ سوچ کر پاگل ہو جاؤ گی ـــــ میں تو اس طرح سوچتا ہوں کوشش کہ ہر خوشی کو خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی جہاں سے ملے جس وقت ملے حاصل کر لینا چاہیے ـــــ ذاتی غم کوئی غم ہی نہیں ہوتا اس لیے کہ ہر غم کے ساتھ کسی دوسرے کی ذات بھی وابستہ ہوتی ہے جسے تم اپنے دل میں بسا کر اپنا لیتی ہو اور پھر اُس کا غم تمھارا ذاتی غم بنتا ہے۔ کسی کو اس کی اجازت ہی نہ دو کہ وہ تمھارے دل کے اس حد تک قریب آ سکے ـــــ شانوجہ تمھیں نہیں رو رہا ہے۔ تم شانوجہ کو رو رہی ہو ـــــ تم جب کبھی

کسی گھنے سائے کے نیچے سستائی ہو تو تم نے اُس پیڑ ہی سے اپنے جذباتی رشتے قائم کر لیے ہیں جس نے تمھیں یہ سائے دیے تھے اور جب از وہ پیڑ خزاں کے ہاتھوں جھلس گیا ہے تو تم اُس کی بے سروسامانی پر آنسو بہانے کے لیے چلتے چلتے ٹھہر گئی ہو اور جانتی ہو اس کا نتیجہ کیا ہوا —— مسرتوں کا وہ کارواں جو تمھارے ساتھ تھا تمھیں پیچھے چھوڑ کر نکل گیا ہے اور پھر بھولی بھٹکی تم کبھی اس کارواں سے ملی ہو تو اُس نے تمھیں پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔

"خیر چھوڑو بھی —— چلو تیار ہو جاؤ آج میں بہت پیوں گی۔"

"ضرور پیو۔"

کوشلیا نے بہت دھیمی آواز میں آئینے کے سامنے سنورتے ہوئے کہا۔

"ضرور پیو —— لیکن آنسو سمجھ کر نہیں —— پی کر اُداس ہو جانا حماقت ہے۔ پیسہ ضائع کر کے ہم اپنی زندگی کا دُکھ درد تو کم نہیں کر سکتے اور زیادہ کر لیتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم نے شراب سے بے وفائی کی ہے —— اُس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا —— اور یہ بدسلوکی تم نے اکثر روا رکھی ہے —— پی کر عورت کو ایک شگفتہ پھول بن جانا چاہیئے۔ ایک خوشبو، ایک نغمہ، ایک تبسم —— لیکن پینے کے بعد اگر تم کسی پھول پر بھی غصہ کرتی ہو تو اُس کی پنکھڑیوں کو نوچ کر پھینک نہیں دیتیں بلکہ اُس کو ہاتھ میں مسل کر رکھ دیتی ہو

"بس کرو ورنہ ابھی رو پڑو گی ــــ اور سُنو آج میں رو دے نہیں چلنے دوں گی۔"

"کیوں نہیں چلوگی ــــ میں آج جہاں چاہوں گا تم وہاں چلوگی ــ مجھے شانوجہ کے کمرے کے برابر کا کمرہ ملا ہے جس میں وہ بلونت یعنی تمہارے پیارے لال کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہے۔"

"جانتی ہوں۔"

"یہ بھی جانتی ہو؟"

"ہاں۔"

"تو یہ بات بھی تمہیں شانوجہ نے بتلائی!"

"ہاں۔"

"تو پھر اب اور کیا باقی رہ گیا ہے جو تم شانوجہ سے چاہتی ہو؟"

"کچھ نہیں چاہتی ــــ کچھ بھی نہیں چاہتی ــــ لیکن یہ بھی کیا ضروری ہے کہ اپنی رسوائیوں کو دیکھ چکنے کے بعد اب اپنی آنکھوں پر یہ ظلم بھی کروں کہ وہ شانوجہ کی بربادیاں دیکھیں۔ اپنے دل پر یہ ظلم کیوں کروں کہ اُس کو اپنی دھڑکن کا پتہ ہی نہ ہو۔ اپنے احساسات کی بھٹی پر اس قدر تیل بھی کیوں ڈالوں کہ وہ منٹ بھر میں میری ہستی کو جلا کر خاکستر کر دے ــــ تم لوگ آخر مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو ــــ بتاؤ بولو؟"

"جذباتی ہو رہی ہو کوشش ـــــ میں تمھیں وہاں لے جانا چاہتا ہوں جہاں تم بہر حال جاؤ گی۔ کیا تم کبھی بھی۔ بروندے کا رُخ نہیں کرو گی جب تمھیں معلوم ہو گا کہ شانوجہ بھی وہاں ہے۔ تم یوں سمجھو کہ شانو بھی بازار میں وہ ہی دوکان لگا کر بیٹھ رہا ہے جو تم نے سجا رکھی ہے۔ آنے والے خوشحال مسافروں کی اکثریت ابھی تمھاری دوکان ہی پر مطمئن ہوتی ہے۔ جو بچ رہے ہیں انھیں شانوجہ نہیں چھوڑتا۔ چند ایک ایسے ہوں گے جو شانوجہ ہی کے خواہاں ہوں گے ـــــ بہر حال یہ سب کچھ چلتا رہے گا اور شانوجہ ان ساری باتوں کے لیے تیار ہو چکا ہے ـــــ پیارے لال کہہ رہا تھا' لونڈا بہت تیز ہے۔ بلا ہے بلا۔ اچھی رقمیں گھسیٹ لیتا ہے ـــــ خانوں کے سردار تک میں نے ہی اُس کو پہنچایا۔ سردار اُس کا اس قدر گرویدہ ہوا ہے کہ پوچھو نہیں ـــــ اُس نے بہت کچھ اُسے دیا ہے۔ تحفے تحائف الگ دیئے ہیں۔ لونڈے نے کہیں چھپا دیا ہے۔ مجھ سے بھی اُس نے پوشیدہ رکھا۔ اب یہ ہر ماہ اُس کے پاس جایا کرے گا ـــــ ماہانہ دو سو روپے ہر صورت میں شانوجہ کو ملتے رہیں گے خواہ کسی ماہ خان سے اُس کی ملاقات نہ بھی ہو۔ ویسے خان اب یہاں بروندے بھی آیا کرے گا ـــــ ہاں شانوجہ نے مجھ تک کو نہیں چھوڑا ـــــ پیسے بٹور لئے اور میری وہ دستی گھڑی ہتھیالی جو سمگل کی گئی تھی۔

اُس نے اور بہت سی باتیں بتلائیں کوشش۔ وہ کہنے لگا کہ لونڈا آج ہی

سے اپنے مستقبل پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میری اس عمر کی چاندنی کے دن مختصر ہیں اور یہ چٹکتی ہوئی چاندنی ماند پڑ جائے گی تو پھر کوئی چکور میری طرف نہیں اڑے گا ــــ تم لوگ جو محبت، ہمدردی ساری عمر کی رفاقت اور جذبات کی بات کرتے ہو، میری اس عمر میں جو تمھارے کام کی نہیں ہوگی اپنی محبت، ہمدردی اور جذباتیت کو میرے پیٹ کا ایندھن بنا سکو گے؟

وہ کہتا ہے دوکان کے ایک تنکے کی بھی قیمت ہوتی ہے۔ خود دوکان کے مالک کو بھی اس کا حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو یہ تنکا اُٹھا کر مفت دے دے۔ یہ عمل تجارت کے اُصول کے خلاف ہو گا۔"

ایک لمحہ رک کر اُس نے کہا۔

"پیارے لال کہہ رہا تھا کوشش کرشانو نے آج تک ایک بوسہ بھی کسی کو مُفت نہیں دیا ــــ وہ ہر لمحہ کا حساب چُکا لیتا ہے۔ سفاک اس قدر ہے کہ کسی دوسرے کے ساتھ ہو گا تو ایک نگاہِ غلط انداز بھی ہم پھر نہ ڈالے گا ــــ جو اُس کے ہو گئے ہیں وہ اس کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ جس وقت وہ آپ کی ملکیت ہوتا ہے اُس وقت آپ سے والہانہ عشق کرتا ہے۔ کچھ اس طرح آپ کی تسکین کا باعث ہوتا ہے کہ آپ اُس کو بھُول نہیں سکتے۔ آپ کے ایک ایک پل کو خوشی اور مسرت عطا کر دیتا ہے ــــ اس کی رفاقت میں بیتا ہوا ایک ایک لمحہ یادوں کا جگنو بن کر اپنی تنہا اندھیری راتوں میں ساتھ ہو جاتا ہے۔

"بس کرو ـــــ پھر تم بھی اُسی کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے۔"

ڈیرہ بالڈ ہنس پڑا ـــــ "اوہ۔ تم ایک ہی جست میں ماں سے عورت بن گئیں ـــ میں تو اس کے پاس کبھی نہیں جاؤں گا کوشش ـــ لیکن تمھاری زندگی میں داخل ہوتے والے کتنے ہی ایسے نکل آئیں گے جو تمھیں نہ پاکر شانوجہ کی طرف جائیں گے اور شانوجہ کو نہ پاکر تمھاری طرف آئیں گے اور تمھیں اس زندگی کو گوارہ کرنا ہوگا ـــــ اگر بردوے، فیروزے اور جھیل کے اس مثلث میں تمھیں اپنی دوکان چلانی ہے ـــــ تم اُس مشترک گاہک کو جو تمھاری اور شانوجہ دونوں کی سیڑھیاں چڑھے گا کیا کہہ کر روکو گی ـــــ تمھارے اور اُس کے درمیان کون سے جائز رشتے کی دیوار رہے گی۔ تم جو کام کررہی ہو اُس کام کی بنیاد ہی اس تصور کے مٹ جانے سے شروع ہوتی ہے۔ خودساختہ اخلاقیات کی گٹھری کسی گڑھے پر لاد کر تم مشرک کی داسی تو بن سکتی ہو اس لیے کہ دیوتا گناہ چھپا لیتے ہیں اور پھر اُنھیں دھوکا بھی دیتے ہیں ـــ لیکن بازار میں بیٹھ کر تم سرے سے وہ سیڑھی اُکھاڑ پھینکنا چاہو جو ہر مسافر کو تم تک پہنچنے کا حق دیتی ہے تو تمھارا کاروبار چل چکا۔"

"میں کب چاہتی ہوں کہ یہ دوکان چلتی رہے۔"

"یقیناً چاہتی ہو ـــ مجھ سے ملنے کے بعد تمھاری اُمیدوں کے ٹمٹماتے ہوئے دیے جن کی روشنی میں تم دور تک میرے ساتھ چلی آئی

تھیں سب کے سب بجھ گئے ہیں ــــ تم سمجھتی رہیں کہ میں تمھیں اس طرح اپنا لوں گا کہ تم امید کے ان چراغوں کو میرے گھر کے گوشے گوشے میں سو سو جتن سے جلاتی رہو گی کہ سارے گھر میں تمھاری محبت کے اُجالے بکھر سکیں لیکن آہستہ آہستہ جب تم مایوس ہوتی گئیں تو تم نے مجھ سے اس ضمن میں استفسار کرنا بھی چھوڑ دیا ــــ کبھی مجھے اپنے وعدے بھی یاد نہیں دلائے کہ میں نے تمھیں تمھاری اپنی دانست میں کتنا اونچا اٹھا لینے کی قسمیں کھائی تھیں ــــ آخرش تم اس جال سے نکل آئیں جس کو تم نے میری خاطر اپنے اطراف بُن رکھا تھا اور پھر ہر آنے جانے مسافر سے ملنے لگیں۔

اور اس کے بعد تمھیں اپنی دوکان کو پھر سے چلانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

"سو تو میں چلا رہی ہوں۔"

"لیکن پٹ بھیڑ کر ــــ چوروں کی طرح۔"

"تو پھر میں کیا کروں؟"

"شانوجہ بن جاؤ۔"

"یعنی؟"

"یعنی گناہ اس طرح کرو جیسے تمھارا حق ہے۔"

کوشلیا نے اپنے جوڑے سے گلاب کا ایک پھول نکال لیا اور خیالوں میں گم اُس کی پنکھڑیاں نوچنے لگی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں اپنی زندگی کے ساتھ بھی ساوک کروں جو اس پھول سے کر رہی ہوں تو بھی کیا بُرا ہے۔"

"کر سکو گی؟"

"کیا معلوم۔"

"اور اگر کر سکیں بھی تو کسی کا کیا ہو گا۔"

"کچھ نہیں۔"

"پھر اس سے حاصل؟"

"مجھے یہ دیکھنا نہیں ہے۔"

"تو پھر اٹھو۔ برو د لے چلتے ہیں ___ آج رات وہیں گزار کر تم صحیح فیصلہ لے سکتی ہو۔ جس زندگی سے تم بھاگ رہی ہو وہی زندگی تمھارا پیچھا کر رہی ہے۔ ___ لیکن تم بہت جلد تھک جاؤ گی اس لئے کہ تم میں بھاگنے کا یارا بھی تو نہیں ہے۔"

اُس نے جوڑے میں پھول برابر کیے اور بڑی بے دلی سے خود کو آئینے میں دیکھا۔ جب وہ تیار ہو کر ڈیر بالڈ کی طرف ساتھ چلنے کے لئے پلٹی تو وہ ہنس رہا تھا۔

"اب کیا کوئی نئی بات کرنے والے ہو؟"

"ہاں"۔

"پھر کچھ بھی۔"

"خوش ہوں کہ تمھیں اپنے حسن کا، اپنی کشش کا، اپنی موہنی کا شدید احساس ہے۔"

"یہ کس طرح تمھارے دماغ میں آیا۔"

"اس لیے کہ جب تم زندگی سے انکار کرتی ہو تو آئینے میں اپنا عکس تک نظر بھر کر نہیں دیکھ پاتیں۔"

"کیوں نہیں دیکھ پاتی ؟"

"اس لیے کہ تم زندگی سے پیار کرنے لگو گی۔"

کوشلیا ہنس پڑی ـــــ ڈیر بالڈ نے اٹھ کر اُس کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا پھر ہاتھ ہاتھ میں لے کر دونوں دروازے کی طرف بڑھے۔

"تمھارا سوٹ کیس ساتھ رکھ لوں"ـــــ کوشلیا نے جیسے چونک کر کہا۔

"کیوں کیا یہاں محفوظ نہیں رہے گا ؟"

"پھر بھی احتیاط مناسب ہے ـــــ اتنی ساری رقم ساتھ رکھتے ہو، چابیاں میرے حوالے کر دیتے ہو اور مجھے بتلاتے تک نہیں کہ سوٹ کیس میں اتنی بڑی رقم ہے۔ اگر میں چابیاں ادھر اُدھر ڈال دوں۔ سوٹ کیس ہی کھلا چھوڑ کر بھول جاؤں ـــــ کوشلیا یہ کہتے کہتے پھر ڈیر بالڈ کی بیوی بن گئی تھی ـــــ

اب ڈیر بالڈ کی معیت میں اُس نے پھر اپنا گھر تعمیر کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایک چاہنے والی بیوی، ایک مشفق ماں اُس کے اندر انگڑائی لے رہی تھی۔

ڈیر بالڈ نے اُس کو بغور دیکھا ـــــ وہ جانتا تھا کہ کوشلیا اب کیا بن گئی ہے۔

"رقم یہیں محفوظ کر سکو تو بہتر ہے" ـــــ ڈیر بالڈ نے کہا۔

"تو پھر چلو یہیں رکھے دیتی ہوں" ـــــ ڈیر بالڈ نے نوٹوں کا ڈوری میں بندھا ہوا پلندہ نکال کر کوشلیا کے حوالے کیا۔

میرے ساتھ آؤ ـــــ کوشلیا نے ڈیر بالڈ کا ہاتھ تھام کر اُس کو اپنے سونے کے کمرے میں گھسیٹا ـــــ جس کی آدھی سے زیادہ دیواریں اینٹ اور گارے کی تھیں اور جس کا چھپر زیادہ دبیز معلوم ہوتا تھا ـــــ اپنے پلنگ کے نیچے سے ایک بھاری بھرکم صندوق کو گھسیٹ کر اُس نے باہر نکالا۔ ـــــ پھونک مار کر گرد جھاڑی اور ڈیر بالڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"دیکھو یہ ہے میری تجوری ـــــ بس یہاں اس سے زیادہ محفوظ مقام کوئی نہیں ہے"

"ٹھیک ہے رکھ دو۔" ڈیر بالڈ نے اطمینان سے کہا۔

کوشلیا نے صندوق کھولا اور نوٹوں کا پلندہ احتیاط سے ایک کونے میں رکھ کر صندوق کو مقفل کرتے ہوئے کہا۔ نوٹوں کے ساتھ کچھ اور کاغذ؟

بھی تو ہیں۔

دراصل کوشلیا اپنے خطوط کی طرف اشارہ کرنا چاہتی تھی ـــــ ڈیر بالڈ سمجھ گیا وہ کہنے لگا ـــــ "وہ بھی نوٹ ہیں اور وہی نوٹ میری محبت کی دنیا میں چلتے ہیں جب کہ مارکٹ میں اُن کا چلن نہیں اور وہی نوٹ مجھ کو بہت پیارے ہیں"

"سچ کہتے ہو کہ وہ نوٹ تمھیں اتنے پیارے ہیں"

ڈیر بالڈ کوشلیا کی کمزوری جانتا تھا ـــــ "تم چاہو تو اسے جھوٹ بھی سمجھ سکتی ہو ـــــ یہ تمھارا معاملہ ہے۔"

کوشلیا نے بڑے پیار سے ڈیر بالڈ کو دیکھا اور نظروں ہی نظروں میں اُس کو یقین دلایا کہ وہ اُس کی محبت پر کوئی شک نہیں کرتی ہے۔

کمرہ مقفّل کرکے جب دونوں باہر نکلے تو کا کا بجرے کو کنارے سے لگا چکا تھا۔ شام کا دھندلا ماحول جھیل میں دُور تک پھیلی ہوئی سیال چاندی پر کاجل بن کر گر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اب تھوڑی ہی دیر میں اس کاجل کی تہیں جھیل کے پانی پر جم جائیں گی لیکن آسمان پر ٹمٹماتے دو چار تارے اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ کالی کالی رات جب جوان ہو کر نیو درے پرندولے اور جھیل کے مشارت پر چھا جائے گی تو وہ بھی اپنی چھپی ہوئی بے شمار فوج لے کر دیکھتے دیکھتے جھیل میں اُتر جائیں گے۔

کاکا قریب آ گیا تو کوشلیا نے اُس کو گرم کوٹ پہننے کی تاکید کی جو کبھی ڈیربالڈ نے اُسے بطور تحفہ دیا تھا اور ڈیر بالڈ نے گرٹ اپنے ہاتھوں سے کاکا کے ہونٹوں میں لگا کر لائٹر سے جلایا اور دونوں ہاتھ ہلا کر روانہ ہو گئے ــــ کاکا نے جواب میں مسکراہٹ بکھیر دی اور کوشلیا کو مطمئن دیکھ کر اُس نے خوشی محسوس کی۔

"تم بتا سکتی ہو کہ یہ بروورلے کس زبان کا لفظ ہے اور اُس کا کیا مفہوم ہے؟" ــــ ڈیربالڈ نے کوشلیا سے پوچھا۔ وہ احاطے کے گیٹ سے نکل کر سڑک پر چل رہے تھے۔

کوشلیا نے بڑی سادگی سے جواب دیا ــــ "بس میں اتنا ہی جانتی ہوں کہ یہ گیسٹ ہاؤس کا نام ہے ــــ اس سے زیادہ جاننے کی میں نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔"

"لیکن میں تمھیں بتلاؤں تو یقیناً تم ہنس پڑو گی اور تمھیں اندازہ ہوگا کہ عام بول چال میں بعض الفاظ مختصر ہو کر کتنے خوبصورت بھی ہو جاتے ہیں ــــ لیکن پہلے میں چاہتا ہوں کہ تمھاری ذہانت کا امتحان لے لوں ــــ میں تمھیں سوچنے کے لئے دو منٹ دیتا ہوں۔ اگر تم بتلا دو تو بروورلے پہنچتے ہی تمھیں انعام دوں گا اور وہ ایسی چیز ہوگی کہ تم یقیناً خوش ہو جاؤ گی اور جو نہ بتلا سکو تو تمھیں کڑی سزا بھی بھگتنی پڑے گی۔

"اور جو میں بغیر کچھ سوچے سزا ہی بھگتنے کو تیار ہو جاؤں تو؟"

"تو پھر میں تمھیں پہلے سزا دوں گا پھر انعام دوں گا۔"

"چلو میں ہار مانتی ہوں اس طرح مجھے دونوں ہی ملیں گے، سزا بھی اور انعام بھی۔"

"تو ہار مان لی؟"

"ہاں ــــ زندگی میں ایک اور ہار سہی۔"

برونلے انگریزی کے Broad Lake "براڈ لیک کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ بول چال میں یہ برونلے ہو کر مختصر بھی ہو گیا ہے اور خوبصورت بھی جیسے تم کوشلیا سے کوش ہو کر زیادہ خوبصورت ہو جاتی ہو۔

کوشلیا نے تعجب کا اظہار کیا لیکن یہ معلوم کر کے کہ برونلے کی اصلیت کیا ہے اُسے خوشی ہوئی۔ ڈیربالڈ نے اس کے اشتیاق کو بڑھانے کے لیئے کہا تھا کہ جب وہ کوشلیا کو سزا دے گا تو اُس کو برونلے کی نسبت مزید معلومات بہم پہنچائے گا۔

ڈیربالڈ اور کوشلیا چلتے ہوئے اب جس جگہ پہنچے تھے وہاں سے نیونزے صاف دکھائی دیتا تھا ــــ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ نیونزے کی جگمگاتی روشنیوں میں کتنے غم آتشِ سیال میں ڈھل کر بکھر رہے ہیں۔ کتنی جھوٹی سچی محبتیں وداع بھی ہو رہی ہیں۔ مستقبل کے لیے وعدے وعید

بھی کر رہی ہیں۔

فیروزے میں دیس دیس کے مسافر جمع ہوتے تھے۔ دیس دیس کا غم اور دیس دیس کی خوشی سینوں میں بند ہو کر یہاں آتی تھی۔ یہاں فیروزے میں ہم نے جہاں سسکیاں سنی ہیں قہقہے بھی ساتھ ساتھ سنے ہیں ـــــ غموں اور خوشیوں کے ان ساتھ ساتھ رہتے ہوئے انسانی جذبوں کا نہ کوئی رنگ ہے نہ کوئی نسل اور نہ کوئی دیس۔

"فیروزے اپنی طرف کھینچتا تو ہے" ـــــ ڈیریا لڈ نے کہا۔

"ایسا بھی نہیں ہے۔ تم زیادتی کر رہی ہو ـــــ فیروزے کا تصور ہنس کو جدا کر کے اسی طرح نہیں کیا جا سکتا جیسے شانوجہ کو جدا کر کے آج بھی تمھارا تصور ممکن نہیں ہے۔ فیروزے تو شانوجہ سے زیادہ وفادار ہے۔"

بر دوسے کی جانب گھومتے ہوئے ڈیریا لڈ اور کوشلیا نے فیروزے کی کھڑکیوں اور روشندانوں سے چھنتی ہوئی جگمگاہٹ پر آخری نظر ڈالی۔ پھر ان کی پشت فیروزے کی طرف ہو گئی اور درختوں کا وہ جھنڈ راستے کے آخری بجلی کے کھمبے کے پاس ہی نظر آنے لگا جہاں سے چڑھائی شروع ہو جاتی تھی اور جہاں راستہ بل کھا کر ڈرا ڈرا سہما سہما گھنے درختوں کے ان تاریک سایوں میں داخل ہو جاتا تھا اور کھائی کے قریب پہنچتے پہنچتے دم سادھے اس طرح لیٹ رہتا تھا کہ کسی بھی مسافر کے تلوے کو گدگدانے کی بھی اس میں ہمت

نہ رہتی تھی۔

"واقعی ڈیرا ایسا لگتا ہے کہ کھائی کے قریب ان گھنے سایوں میں سے گزرنے کے لیے راستے پر جبر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس آخری بجلی کے کھمبے تک پہنچ کر، دیکھو راستہ کتنا اُداس ہو گیا ہے ـــــ گویا اس کے بس میں ہوتا کیمرے کی فلم کی طرح ایک سرا چھوڑتے ہی بل کھا کر فیوز نے تک سمٹ آتا۔

"سچ کہتی ہو لیکن راستہ بہر حال راستہ ہے اور تمھیں اپنی بقیہ زندگی میں اس راستے ہی کا تحمل سیکھنا چاہیئے۔"

یکایک سڑک کے اسی آخری بجلی کے کھمبے کے پاس جہاں اُجالا بھی مجبور محض معلوم ہوتا تھا تیز روشنیاں رقص کرنے لگیں ـــــ یہ یقیناً کوئی فرّاٹے بھرتی ہوئی موٹر تھی جس کی روشنیاں قطار اندر قطار گھنے سایہ دار درختوں کے درمیان تیزی سے لپک کر راستہ ناپ رہی تھیں۔

بجلی کے کھمبے تک پہنچتے پہنچتے جب موٹر سڑک پر گھوم کر کوشلیا اور ڈیریالڈ کی جانب پلٹ گئی تو ساری سڑک اُن کی آنکھوں کے آگے منوّر ہو گئی ـــــ چھکا چھک ایک پودے کے پاس ہی دو ہیرے چمک اُٹھے۔ پھر جگمگاتے ہیرے چار ہو گئے اور کوشلیا اور ڈیریالڈ نے دو خرگوشوں کو روشنی میں مگن دیکھا ـــــ پھر اُن کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ وہ سڑک پر ایک کونے میں ہٹ آئے۔

شاید یہ شانوجہ کا موٹر ہو ـــــ خانوں کے سردار کا یہ موٹر صرف سردار ہی کی سواری میں رہتا ہے لیکن شانوجہ سے کہہ کر بلونت نے اسے رات بھر کے لیے حاصل کیا ہو گا۔

"بلونت کون ہے؟"

"معاف کرنا ـــــ وہی تمھارا پیارے لال۔"

"اوہ ہاں ـــــ میں بھول گئی تھی۔"

موٹر قریب آیا اور بریک لگنے کی آواز ہوئی ـــــ پھر جیسے ہوائی جہاز فضاؤں سے اتر کر زمین پر جھول رہا تھا۔

چھک سے موٹر کا اندرونی حصّہ منوّر ہو گیا ـــــ کوشلیا نے دیکھا۔ پیارے لال اسٹیرنگ پر ہاتھ رکھے بڑے تمکنت سے بیٹھا تھا اور پائپ اس کے دانتوں میں دبی خوشبودار دھواں پھینک رہا تھا ـــــ

"میں تمھارے موٹر کو دور ہی سے پہچان گیا تھا" ـــــ ڈیریالڈ نے پیارے لال سے کہا جو دونوں ہاتھ جوڑ کر کوشلیا کو پرنام کر رہا تھا۔

لیکن کوشلیا نے منھ پھیر لیا۔

پیارے لال کوشلیا کی خفگی پر مسکرایا۔

"شانوجہ کہاں ہے؟" ـــــ ڈیریالڈ نے سوال کیا۔

"وہ برمدے پر میرے انتظار میں آئینے کے آگے بیٹھا سنور رہا ہو گا۔"

—— یہ کہہ کر پیارے لال نے کنکھیوں سے کوشلیا کو دیکھا جو نظریں جھکائے سڑک کو تک رہی تھی۔

"کہاں جا رہے ہو؟" —— پیارے لال نے ڈیریا لڈ سے پوچھا۔

"برزولے"۔

"تو پھر آ جاؤ —— میں ابھی نیرز سے کھانے کی کچھ چیزیں لے کر برزولے اوٹیں گا —— ساتھ ہی چلتے ہیں —— منزل ایک ہی ہے تو ساتھ چلنے میں پس و پیش کیوں کریں —— اور اس نے پیچھے کی طرف جھک کر کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔

"چلو کوش" —— ڈیریا لڈ نے کوشلیا کی بانہہ پکڑ کر اس سے کہا۔

"نہیں" —— کوشلیا نے بانہہ چھڑا کر اپنی ناراضگی کا کھلا اظہار کیا۔

"چلو بھی" —— ڈیریا لڈ نے پچکارا۔

"نہیں نہیں —— میں کہہ چکی ہوں" —— کوشلیا پرے ہٹ گئی۔

"دیکھیے بھئی —— آپ بے سبب مجھ سے خفا ہیں ——" پیارے لال بڑی نرمی سے کوشلیا سے مخاطب ہوا لیکن کوشلیا نے اس طرف دیکھا بھی نہیں۔

"اچھا بلونت تم چلو بھئی —— ٹاٹا" —— اور ڈیریا لڈ ہاتھ ہلا کر بڑھ گیا۔ کوشلیا دو چار قدم آگے ہی نکل چکی تھی۔

"میں جانتی ہوں تم پھر وسیلوں سے کام لو گے لیکن میں اب کسی بحث کے

موڑ میں نہیں ہوں میں چاہوں گی کہ تم اتنی دیر خاموش رہو جب تک کہ میں خود نہ کچھ نہ کہوں۔"

ڈیر بالڈ خاموش ہو رہا — اُس نے جواب بھی نہیں دیا اور دونوں اس طرح راستے پر چلتے رہے جیسے ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوں لیکن چاہتے ہوں کہ بات کریں۔

"میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے کی میت پر بہت دیر تک خاموش رہ کر اظہارِ تعزیت کر چکے ہیں۔ —" ڈیر بالڈ نے یہ بات اُس وقت کی جبکہ سڑک بل کھا کر درختوں کے تاریک سایوں میں داخل ہو رہی تھی اور کچھ ہی دُور پر وہ اُس کھائی کے پاس سے گزرنے والے تھے جس میں کئی دن سے کوشلیا نے کوئی گلاب نہیں پھینکا تھا۔

لیکن کوشلیا اب بھی خاموش رہی۔

"میں چاہتا ہوں کہ اس بار کھائی میں گلاب ضرور پھینکتا چلوں۔"

کوشلیا نے اب بھی کچھ نہ کہا۔

ڈیر بالڈ بھی کچھ دیر کے لیے چُپ ہو رہا — لیکن جب وہ کھائی کے بالکل قریب پہنچ گئے تو اُس نے بانہہ پکڑ کر کوشلیا کو اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"تم آخر مجھے کس بات کی سزا دے رہی ہو۔"

کوشلیا نے اُس کے سینہ پر سر رکھ دیا تو ڈیریالڈ نے اپنی قمیض پر آنسو کی نمی محسوس کی۔

"میں جانتا ہوں کوش تم بہت دکھی ہو ـــــ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمھاری اس زندگی میں اگر میں ـــ شامل نہ ہوتا تو شاید تم خودکشی کر لیتیں ـــــ لیکن تمھارے بس میں اب کچھ بھی نہیں ہے ـــــ نہ موت، نہ زندگی ـــــ صرف آنسو تو زندگی کی کوئی پونجی نہ ہوئے اور اگر ان کو بھی تم بے دریغ لٹا دو گی تو پھر تم ہی یتا نہ رہ ہی کیا جائے گا ـــــ کچھ تو رکھو کوش ـــــ اپنے لیے کچھ تو بچا کر رکھ لو جان۔"

ڈیریالڈ نے یہ بات کچھ اس درد سے کی کہ کوشلیا نے مسکرا مسکرا کر آنسو پونچھ لیے ـــــ اور اپنے جوڑے میں ٹنکے ہوئے گلابوں میں سے دو گلاب نکال کر اُس نے ڈیریالڈ کے ہاتھ میں اس طرح رکھ دیے جیسے زندگی بھر کی پونجی سونپ رہی ہو۔

ڈیریالڈ نے ان پھولوں کو چوما اور ہاتھ بڑھا کر کھائی میں پھینک دیا۔

بردولے گسٹ ہاؤس کی چڑھائی شروع ہو چکی تھی اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیے آگے چل پڑے تھے۔ کوشلیا بہت تھک گئی تھی ـــــ ڈیریالڈ نے کہا۔ "کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں ہی تھک گئے ہیں ـــــ میں نے کبھی یوں بھی سوچا ہے کوش ـــ لیکن آج تمھارے

سامنے اعتراف کر لینے سے دل کا بوجھ اُتر گیا ہے۔ سوچتا ہوں تمھاری محبت نہ ملتی تو میں کیسے جی پاتا۔"

پیچھے سے آتی ہوئی کار نے راستہ کو منور کر دیا تھا — اس روشنی سے فائدہ اُٹھا کر کوشلیا نے ڈیربالڈ کی آنکھوں میں جھانکا تو اُس کو ان آنکھوں میں پیار کے گھنے سائے نظر آئے جو کڑی دھوپ میں پناہ بھی دے سکتے تھے۔ اور گھپ اندھیروں میں روشنی بن کر راستہ بھی سجھا سکتے تھے۔

پیارے لال کا موٹر فرّاٹے بھرتا ہوا قریب آ کر رُک گیا۔

کوئی خدمت؟ — پیارے لال نے بظاہر ڈیربالڈ سے پوچھا لیکن وہ کوشلیا کو تاک رہا تھا۔

"یہی کہ تم جا سکتے ہو" — ڈیربالڈ نے رکھائی سے کہا۔

موٹر کھڑکھڑ کے جھول گیا — پھر فرّاٹے بھرتا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

"اس طرح بھی کوئی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے؟" — ڈیربالڈ نے اپنی ہی سوچ میں گم اس طرح اپنے آپ سے کہا جیسے کوشلیا سے کہہ رہا ہے۔

"واقعی موٹر بڑی سفاک سواری ہے۔ جانے والے کو منٹ بھر میں جُدا کر دیتی ہے۔

میں بھی کبھی تمھاری زندگی سے اسی طرح گزر جاؤں تو؟"

"گزر سکو گے؟"

"مشکل ضرور ہے۔ لیکن شاید ناممکن نہیں۔"

کوشلیا ہنس پڑی ۔ جھوٹ بول کر بھونس جماتے ہو ـــــ میں تو یہ کہتی ہوں کہ بہت آسان ہوتے ہوئے بھی تمھارے لیے اب ممکن نہیں۔ "

ڈیر بالڈ نے کوشلیا کے ہنستے ہوئے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے۔

چڑھائی ختم کرکے جب وہ برونولے کے احاطے میں پہنچے تو ڈیر بالڈ نے کوشلیا کا ہاتھ تھام لیا ـــــ میرے ساتھ بائیں اور چلو۔ اب کی ہمیں کمرہ بہت اچھا ملا ہے ـــــ برونولے کے احاطے میں ہوتے ہوئے بھی جیسے برونولے سے الگ ہو۔

چلتے چلتے کوشلیا نے برونولے کے احاطہ پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی ـــــ پھولوں کے درختوں میں چھوٹے چھوٹے بجلی کے قمقمے پیارے سے لگ رہے تھے۔ رنگ برنگی چھتریوں کے نیچے بید اور پلاسٹک سے بنی ہوئی رنگا رنگ گول، گول، کرسیاں بکھری ہوئی بھلی لگ رہی تھیں۔ زیادہ تر لوگ شاید اپنے اپنے کمروں ہی میں تھے کیونکہ کمروں کی روشنیاں جگمگا رہی تھیں اور قہقہے روشنیوں کو لے کر اڑ رہے تھے۔ اس خوبصورت سے احاطے میں کچھ لوگ ادھر ادھر چھتریوں کے نیچے بکھرے ہوئے تھے ـــــ رات خنک اور سرد تھی اس لیے برونولے کا احاطہ پراسرار خاموشیوں میں گھرا ہوا تھا۔

جو لوگ احاطے میں بیٹھے تھے وہ بڑی سنجیدگی سے جانے کن کن مسائل پر باتیں کر رہے تھے۔

بروزلے کی عمارت روشنیوں اور قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ احاطہ خاموش تھا۔ اس تضاد کی، جو پہلو بہ پہلو دیکھے جا سکتے تھے شاید یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ جنھوں نے بروزلے کی عمارت کی تیز روشنیوں اور ہنگامہ آرائیوں سے فرار چاہا تھا، چھتریوں کے نیچے مدّھم اور رنگین روشنیوں کے گوشوں میں مصروفِ راز و نیاز تھے۔

ذرا سا ٹھٹھک کر کوشلیا نے ڈیربالڈ کا ہاتھ دبایا۔

"وہ اس کونے میں کون ہیں؟"

ڈیربالڈ نے بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا ——— "وہ لوگ نہیں ہیں جن کی تمھاری نظروں کو تلاش ہے۔ شانوجہ اور ریلونت تو یقیناً اپنے کمرے میں پی رہے ہوں گے۔

"کیا وہ بہت پینے لگا ہے؟"

"نہیں، کچھ ایسا زیادہ تو نہیں، بس ضرورتاً پی لیتا ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو گئی۔

جب وہ اور ڈیربالڈ کمرے میں داخل ہونے کے لیے برآمدے کی سیڑھیاں طے کر چکے تو انھوں نے دیکھا کہ برابر کے کمرے کے باہر ایک خوبصورت سی

لڑکی اکیلی بیٹھی اپنے ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی ۔۔۔۔ اُس کے سامنے میز پر دو گلاس رکھے ہوئے تھے جو شاہد وہسکی ، برانڈی یا رم سے کچھ ہی دیر پہلے بھرے گئے تھے لیکن اس وقت ان گلاسوں میں نصف سے بھی کم رہ گئی تھی ۔
لڑکی کے مقابل والی کرسی خالی پڑی تھی ۔۔۔۔ وہ اس قدر گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اُس کو کوشلیا اور ڈیریالڈ کی آمد کا پتہ تک نہ چل سکا ۔

ڈیریالڈ نے اس لڑکی کو پہچان لیا ۔۔۔۔ سوٹ کیس رکھ کر اُس نے اپنے کمرے کا تالا کھولا اندر کوشلیا اور وہ کمرے میں داخل ہو گئے ۔۔۔۔ سوئچ آن کر کے اُس نے لائٹ کھول دی تو کوشلیا نے کرسی پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا ۔

" جلدی سے سوٹ کیس کھول کر وہسکی نکالو مجھے بڑی تھکن محسوس ہو رہی ہے ۔۔۔۔"

ڈیریالڈ نے سوٹ کیس میز پر رکھ کر کھول دیا ۔ بلجیم کٹ گلاس کا خوبصورت مگ نکال کر اُس نے بڑے ادب سے جھک کر کوشلیا کی خدمت میں پیش کیا تو اُس نے مسکرا کر شکریہ ادا کیا ۔

" لیکن ڈیر میری بیئر کا تم نے کیا کیا ؟ اس مگ میں تو وہسکی نہیں مجھے اپنی جھپتی بیئر پینی چاہیئے ۔"

" فیوزے سے میں نے بیئر کے باٹل لے لیئے ہیں اور پانی بھرے ٹب میں

ڈال دیے ہیں۔ کمرہ محفوظ کرنے سے پہلے ہی میں نے بیڈ کا انتظام کر لیا تھا۔"

"میں تمھاری ان نوازشوں کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔"

"صرف مسکرا کر زبان سے کچھ کہے بغیر ــــ کیونکہ شکریہ کے لفظ سے ہم ایک دوسرے کو اجنبی سے لگنے لگتے ہیں اور آج تم خلاف معمول میرا بار بار شکریہ ادا کر رہی ہو ــــ نوازش، عنایت، کرم، مہربانی، ان الفاظ کے استعمال سے تم میرے پاس ہو کر بھی کتنی دور معلوم ہوتی ہو۔"

ملک کو بیرے سے بھر کر ڈیر بالڈ نے وھسکی کی بوتل کھولی اور گلاس میں ڈالتے ہوئے اُس نے کوشلیا کو سوڈا ملانے کے لیے کہا۔

ڈیر بالڈ کے گلاس میں سوڈا ڈالتے ہوئے کوشلیا نے پوچھا۔

"شانوجہ کا کمرہ کہاں ہے، کیا وہ لوگ اس وقت کمرے پر نہیں ہیں؟"

"ابھی ابھی تم شانوجہ کو دیکھ چکی ہو ــــ لیکن اُس نے تمھیں نہیں دیکھا۔"

"کیا ــــ کیا وہ خوبصورت سی لڑکی ــــ وہ ــــ وہی؟"

"ہاں ــــ میں تو سمجھتا تھا کہ تم دیکھتے ہی پہچان لوگی ــــ لیکن جب میں نے دیکھا کہ تم نے اُس کو بغور نہیں دیکھا ہے تو خاموش ہو رہا۔"

"لیکن وہ شاید تمھارے متعلق ہی سوچ رہا ہوگا" ــــ کچھ دیر خاموش رہ کر ڈیر بالڈ نے اس طرح بات پوری کی۔

کوشلیا بلجیم کٹ گلاس کے حسین مگ میں جھانک کر بیئر میں اپنا عکس

دیکھنے لگی۔ پھر اُس نے مگ اُٹھا کر ہونٹوں سے لگایا اور ختم کر کے شیشے کا مُنھ احتیاط سے مگ میں جھکا دیا اور خالی مگ میں بیر کی سطح اونچی ہوتی گئی ـــــ یہاں تک کہ وہ بھر گیا۔

"تم نے مجھے یہاں لا کر اچھا نہیں کیا ـــــ" کوشلیا نے بڑے پچھتاوے کے ساتھ اس جملے کو ادا کیا۔

ڈیر بالڈ، جس نے وھسکی کا گلاس ابھی ابھی میز پر رکھا تھا ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر بعد تم کہو گی کہ میں نے کچھ ایسا بُرا بھی نہیں کیا۔"

"تمھاری باتوں اور تمھاری دلیلوں کے چکر میں پڑ کر جانے میں کیا کیا مان لیتی ہوں، لیکن یہ جو سینے پر ایک پتھر سا دھرا ہے اُس کو ہٹا سکوں گی؟"

"ہٹا سکتی ہو بشرطیکہ تم اچھائی اور بُرائی کے تصور ہی کو ذہن سے محو کر دو۔"

"نہیں کر سکتی۔ جس عورت نے ہر سانس میں کرب محسوس کیا ہے اور ہر گھنے سائے کے نیچے یہ جان کر رُکتی رہی ہے کہ اُسے آگے جانا نہیں ہے وہ ابھی اتنی سفاک نہیں ہو سکتی۔"

"پھر وہ پتھر جو تمھارے سینے پر دھرا ہے دھرا رہے گا۔"

"جانتی ہوں ـــــ رہ سکتا ہے۔"

"لیکن جب تک یہ پتھر ہٹے گا نہیں تم شانوجہ کو کس طرح اپنا سکو گی؟"
"شانوجہ کو اپنانے کا اب کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"بکواس کرتی ہو ـــــ وہ تمھارا نہ ادھورا ساتھی ہے جان! جسے تم نہیں چھوڑ سکتیں، نہ تمھیں چھوڑ سکتا ہے تب بھی تم سے اس کی جُدائی ممکن نہ ہو گی۔"
"اگر یوں ہو بھی تو کیا فرق پڑے گا ــــ یہی نا کہ مجھے اپنی مجبوریوں سے پھر ایک بار سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔ شانوجہ کا باپ لپکتے ہوئے کوندے کی طرح میری زندگی میں داخل ہوا اور میری رُوح کو جلا کر اتنی تیزی سے نکل گیا کہ میں اُسے پکڑ بھی نہ سکی۔ پھر کتنے ہی سرابوں کے پیچھے چلتے ہوئے میں نے ریت کے گھروندے بنائے لیکن نہ پانی کی بوند ملی نہ یہ گھروندے رہ سکے ــــ زندگی کے اس چٹیل اور تپتے ہوئے میدان میں تم ملے تو میں نے سوچا کہ یہ بادل اُمڈ اُمڈ کر چھایا ہے بنا برسے چھٹے گا نہیں اور میں اس ننھے سے پودے کی جو کہ تنہا لق و دق صحرا میں سر اُٹھائے کھڑا ہے اب بڑے چین سے آبیاری کروں گی ــــ لیکن تم ایک ایسے بادل تھے جو نہ کھُلتے تھے نہ برستے تھے اس کے باوجود میں نے کتنے ہی خواب دیکھ ڈالے پھر یہ سوچ کر بیٹھ رہی کہ چلو کچھ نہ سہی تم نے خواب تو دیئے ہیں ورنہ جاگتی آنکھوں کو یہ بھی کہاں میسّر آتے ہیں ــــ شانوجہ نے لیکن ان خوابوں کی بھی دھجیاں بکھیر دیں۔"
"تم چاہو تو ان دھجیوں کو سمیٹ سکتی ہو۔ بکھرنے والے خواب پھر

تمھاری آنکھوں میں نیند بن کر سما سکتے ہیں ــــ صرف اپنے سوچنے کے انداز بدل ڈو۔"

"میں نے اپنا سب کچھ کھو دیا ہے۔ اب میرے پاس ہے ہی کیا۔ سوچ سوچ کر ہی سہی جی تو لیتی تھی ــــ زندگی کو میں نے آنکھ کھولتے ہی بیسوا کی طرح چکلے پر دیکھا اس کے باوجود اس کے ننگے سینے سے چمٹ کر زندہ رہی اس لیے کہ شانوجہ نے مجھے مرنے ہی نہ دیا۔ آج جب شانوجہ موت اور زندگی کے درمیان سے ہٹ گیا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ آرام نہ کرلوں ــــ تھک کر چور ہوگئی ہوں ــــ زخمی پیروں سے کب تک راستہ ناپتی رہوں گی جب کہ منزل کا کوئی نشان بھی نہیں ہے اب سوچنے کے لیے بھی تو کچھ نہیں رہ گیا۔"

ڈیر بالڈ نے اپنا گلاس خالی کرکے کافی مقدار میں وسکی انڈیل لی اور بقیہ گلاس کوشلیا نے سوڈے سے بھر دیا۔

ڈیر بالڈ نے بڑے بڑے گھونٹ لیے اور نصف گلاس سے زیادہ خالی کرکے اس نے سگریٹ جلایا۔

کوشلیا خاموش تھی۔ ڈیر بالڈ بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اتنا سنجیدہ کہ کوشلیا نے اس کو اس طرح کبھی نہیں دیکھا تھا ــــ وہ سگرٹ کے لمبے لمبے کش لیتا اور سر اوپر اٹھا کر چھت کی بلندیوں کی جانب دھواں پھینک دیتا ــــ کوشلیا جانتی تھی کہ ایسے موقع پر وہ اکثر سگریٹ کا دھواں اس

کے چہرے پر چھونک کر اُس سے کہا کرتا ہے کہ چاند کے ابر میں چھپنے کا سماں اس سے مختلف نہیں ہوتا۔

وہ بھی اپنا خاص جملہ دہراتی ہے ـــ "تم نے چاپلوسی شروع کر دی ہے۔ اب مجھے ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔"

جب بھی کوشلیا زیادہ پی لیتی تو جانے اُس کی آنکھوں میں اتنے بہت سارے آنسو کہاں سے آجاتے کہ وہ ہنستی تب بھی اُس کی آنکھیں نم رہتیں۔ ڈیرالڈ جان جاتا کہ کوشلیا کی آنکھوں میں ٹھہرا ہوا سمندر بہنے کے لیے کسی نئے غم کا سہارا چاہتا ہے ـــ ایسے کسی غم کا جو وہ سو بہ ہوتی تو غم ہی نہ بن سکتا تھا۔

لیکن آج کوشلیا کے لیے ڈیرالڈ کو سمجھنا مشکل ہو گیا تھا ـــ اتنا مشکل کہ وہ اپنے آنسوؤں کو بھول گئی تھی۔

"تم آج پھیلائے نہیں جاتے ہو" ـــ بیر کی نئی بوتل کو مگ میں احتیاط سے خالی کرتے ہوئے اُس نے ڈیرالڈ سے کہا۔

اُس نے جیسے کوشلیا کی بات سُنی ہی نہیں۔

"تم کہاں کھو گئے ہو؟" ـــ کوشلیا نے بڑے پیار سے پوچھا۔

کچھ کہے بغیر ڈیرالڈ نے کوشلیا کو لمحہ بھر کے لیے دیکھا ـــ پھر گلاس اُٹھا کر اُس نے ہونٹوں سے لگایا اور خالی گلاس میز پر رکھ کر سگریٹ کے کش

لینے لگا۔

"تمھیں آج کیا ہو گیا ہے ڈیر؟" ـــــ کوشلیا نے کرسی پر اپنی نشست سیدھی کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا ہو سکتا ہے" ـــــ ڈیر بالڈ نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ ـــــ میں تو صرف اتنا سوچ رہا تھا کہ زخمی پیروں سے جب تم راستہ ناپتی رہی ہو، کوئی تمھارے ساتھ بھی اگر کبھی رہا ہے تو تم نے اس کو بالکل بھلا دیا ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو ڈیر ـــــ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ کس نے کس کو بھلا دیا اور کس نے بھلا دینے کی کوشش میں زندگی گزار دی ـــــ کوشلیا خاموش ہو گئی ـــــ ڈیر بالڈ نے پھر چپ سادھ لی تھی ـــــ کوشلیا کہنے لگی ـــــ "ہم ایسے مسافر ہیں کہ بس چلتے ہوئے بھلے لگتے ہیں۔ رکتے ہیں تو سانس اکھڑتا ہوا محسوس ہوتا ہے ـــــ سو اٹھو ڈیر بھول جاؤ ان باتوں کو ـــــ آج پہلی بار تم روٹھے ہو اور میں منا رہی ہوں۔ محبت کا نہ پیمانہ ہے نہ ترازو ـــــ یہ تو ایک کھیل ہے زندگی اور موت کے درمیان۔ نہ میں حساب کتاب کروں نہ تم ناپو۔ اس کھیل میں ہار اور جیت تک کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔"

ڈیر بالڈ نے نظریں اٹھائیں ـــــ کوشلیا نے دیکھا اس کی آنکھوں کا سمت، ڈیر بالڈ کی آنکھوں میں منتقل ہو چکا تھا۔

وہ اپنی کرسی سے اُٹھا ـــــ "میں ابھی وِسکی لے آتا ہوں۔ تمھاری بیر
ے وقت میں اپنی وِسکی بھول گیا تھا۔"

"تمھیں نیوز رے جانے آنے میں کافی دیر ہو گی۔ چلو میں بھی چلتی ہوں۔
یہاں اکیلی کیا کروں گی؟"

"نہیں میں نیوز رے نہیں جاؤں گا ـــــ میں نے پیارے لال سے کہہ
تھا۔ وہ لے آیا ہوگا۔ بس یہیں شانو کے کمرے تک جاتا ہے۔"
ڈیرابالڈ سر جھکائے ہوئے آہستہ آہستہ چلتا کمرے سے باہر نکل گیا۔ کوشیلیا
دو دیکھتی رہی ـــــ وہ چلا گیا تو کوشیلیا کرسی پر نیم دراز ہو گئی۔ جب وہ
لے میں داخل ہوئی تھی تو اُس کا بدن تھکان سے ٹوٹ رہا تھا۔ لیکن
وقت جب کہ وہ کرسی پر نیم دراز تھی خود کو بہت تازہ محسوس کر رہی تھی۔
۔ بیئر کا نشہ اس کے انگ انگ میں سرایت کر گیا تھا ـــــ تیز پینے کے
ے اس نے تیسری بوتل بھی نصف سے زیادہ چڑھا لی تھی ـــــ کوئی
آنکھیں موند کر لوریاں دینے کے در پے تھا اور وہ نیند کی آغوش میں
ج دینے کے لیے تیار تھی۔
اس نے پل بھر کے لیے سوچا ـــــ اب اس سے زیادہ جاگا نہیں
گا۔ ڈیرابالڈ آئے تو وہ اس کے سینے پر سر رکھ کر سو جائے گی۔ یہی
سوچتے اُس نے دو ایک بار شانو جو کبھی ساری میں کبھی فراک اور

شلوار میں کبھی فوجی وردی میں دیکھا اور پھر اونگھ گئی۔

درمیان میں ایک آدھ بار اُس کی آنکھ کھلی تو نیند کے غلبے نے کچھ سوچنے نہ دیا اور وہ آخرِ شب گہری نیند سو گئی۔

جب وہ آنکھیں مل کر پوری طرح بیدار ہو رہی تھی تو اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ اپنی کٹیا میں نہیں ہے ـــــ اور اُس نے بجلی کی سرعت سے کُرسی پر اپنی نشست درست کر لی تھی اور ایک بھرپور جماہی کے دوران میں اُس کا بیدار ذہن اُس کی نیم خوابیدہ آنکھوں کو ساری کہانی یاد دلا چکا تھا کہ کس طرح، کب اور کیوں وہ تمدلے میں آئی ہے۔

ڈیر ـــــ ڈیر ـــــ اُس نے پکارا۔

پھر وہ بے قرار ہو کر اُٹھی ـــــ مچھردانی کو ایک کونے سے سرکا کر اُس نے پلنگ پر دیکھا لیکن بستر پر ایک سلوٹ بھی نہ تھی۔

وہ تڑپ کر پلٹی، کسی نے حقائق کا جیسے اُس پر انکشاف کر دیا۔ کسی نے اس کے کانوں پر ہونٹ رکھ کر جیسے سرگوشی کی، شانوجہ نے تم سے یہ رہا سہا سہارا بھی چھین لیا ہے ـــــ تم شانوجہ کی ماں ہو ـــــ یا اُس کی ـــــ یا اُس کی سوکن؟

نہیں ـــــ نہیں ـــــ نہیں۔

اور کوشلیا پاگلوں کی طرح کمرے کے نمبر پڑھتی ہوئی شانوجہ کے کمرے

ٹھیک سے یاد کیا اور بند دروازے پر آ کر اُس نے بے تحاشہ دروازہ
ڈال۔

شانوجہ انگڑائی لے کر اُٹھ بیٹھا "— کون ہے — کون ہے؟"
جھنجھلا کر اُس نے زور سے پوچھا۔

لیکن کوئی پاگلوں کی طرح دروازہ مسلسل پیٹ رہا تھا۔

شانوجہ نے اپنے ننگے جسم کے اطراف شال لپیٹنے کے لیے پلنگ سے
لگائی۔ پھولوں کی پنکھڑیاں جو اس کی پُشت اور چوتڑوں سے چمٹ
فرش پر آ گریں۔ وہ ان باتوں سے بے نیاز شال لپیٹ کر دروازے
پہنچا اور چٹخنی کھول دی تو دروازے کے دونوں پٹ بیسوا کے محرم کی طرح

شلیا نے پوچھا — "کہاں ہے وہ؟"
نوجہ مسکرایا — اُس نے کو شلیا کی پروا کیے بغیر کہا — میرے بدن
نہیں ہیں — میں شال کے اندر بالکل ننگا ہوں — خلافِ معمول تم
سے کپڑے پہنے ہوئے ہو جیسے رات تم نے کپڑے اُتارے ہی نہیں
بھی کوئی مضائقہ نہیں — لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ تم اب
سے یہ کہنے کے لیے نہیں آئی ہو کہ میں تمھیں ماں پکار سکتا ہوں۔"
شلیا نے شانو کے لگائے ہوئے زہریلے نشتر کو تڑپ کر محسوس کیا۔

"بکواس بند کرو ـــــ پہلے مجھے یہ بتلاؤ کہ وہ ہے کہاں؟"

"وہ جا چکا ہے اور اگر ہوتا بھی تو تم اُس کا کیا بگاڑ لیتیں؟"

"تو تم اُس کا پہلو بھی گرما چکے ہو؟ ـــــ تم جانتے ہو ـــــ تم جانتے ہو کہ وہ میرا ـــــ"

شانو جہ چونکا ـــــ اُس کی سمجھ میں آیا کہ کوشلیا پیارے لال کو نہیں اپنے ڈیر بالڑکو پوچھ رہی ہے۔

شانو جہ نے حقارت سے کوشلیا کو دیکھ کر کہا ـــــ "اونہہ اس کی گرہ میں اتنے دام نہیں ہیں کہ وہ مجھے اپنے پہلو میں لے سکے۔"

"ورنہ تم اس کے بھی ہو جاتے؟"

"نہیں جی ـــــ اس کے تو میں پتا جی کہہ کر پیر پکڑ لیتا۔ تم یہی چاہتی تھیں نا۔"

"مجھ پر طنز کرتے ہوئے افسوس ہے کہ تمھارا دل روتا نہیں ہے۔"

"رو لے گا۔ آہستہ آہستہ رو لے گا ـــــ پہلے تم مجھے ان سارے مردوں کا حلیہ بتا دو جو تمھارے ہو چکے ہیں، تا کہ جب وہ میری طرف ہاتھ بڑھائیں تو میں ان کی کلائی مروڑ کر پوچھوں کہ تم میرے باپ تو نہیں ہو۔ یا پھر ان کا گریبان پکڑ کر تمھارے سامنے لے آؤں ـــــ تم سے کہوں کہ ماں پہچانو۔ یہ میرا باپ تو نہیں ہے ـــــ اور جب تم نفی میں سر ہلاؤ تو اپنا جسم اُس کی آغوش

نہیں دے دوں اور جو تم پہچان سکو کہ وہ کبھی تمھارے ساتھ بھی سوچ چکا ہے تو میں اُس کی اِنداکی ہوئی ساری رقم لوٹا کر اُس کے پیر پکڑ لوں کر پتا جی مجھے معاف کر دو۔"

کوشلیا مبہوت کھڑی شانو جی کی ان باتیں سُنتی رہی ــ پھر اُس نے ہاتھ کانوں پر رکھ لیے اور چیخ پڑی ــ "شانو ــ شانو ــ بس کر تو شانو۔"

کوشلیا کی چیخ کا یہ تیر شانو کے دل پر ترازو بن گیا ــ کوشلیا کو گھائل کرتے کرتے اُس کی بے بسی پر خود شانو گھائل ہو گیا۔

دو منٹ بھر خاموش رہا ــ پھر بڑھ کر اُس نے کوشلیا کو سہارا دیا جو دروازے کا پٹ تھامے سسک رہی تھی۔

سہارا پا کر کوشلیا کمرے میں چلی آئی پھر اُس نے شانو کو نظر بھر کر دیکھا۔ پھر اُس کے سینے پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔

ہاتھ بڑھا کر شانو نے دروازہ بند کرنا چاہا تو اُس کو چٹخنی بہت مشکل سے نظر آئی کیونکہ آنسو اُس کی آنکھوں میں تیر گئے۔

اُس نے کوشلیا کو بھینچ لیا ــ "ہاں ــ تو کیسے انکار کرے گی ماں کہ تو میری ماں نہیں ہے ــ میں تجھے جانتا ہوں ماں۔ تو نے سایوں کے پیچھے زندگی بتا دی ہے ــ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جس جہنم سے تو بھاگی

رہی ہے میں اُسی جہنم میں تجھے کھینچ لایا ہوں ۔۔۔ میں بھی کوئی خوش نہیں ہوں لیکن مجھے کوئی افسوس بھی نہیں ہے ۔۔۔ میں آج بھی مطمئن ہوں کہ میں بہتوں سے اچھا ہوں۔ وہ لوگ جو مجھ پر بے دریغ لُٹاتے ہیں وہ مجھ سے بڑے مجرم ہیں ماں ۔۔۔ اُن کی گرہ میں جو دام میرے لیے ہوتے ہیں وہ رشوتوں اور ناجائز ٹھیکوں سے کمائی ہوئی دولت کا ایک حصہ ہیں ۔۔۔ لیکن زمانہ اُن کے آگے جھکتا ہے۔ ان کی بڑی بڑی موٹریں آنکھوں کو خیرہ کر کے اس طرح گزر جاتی ہیں کہ آدمی کو آدمی کا خون نظر نہیں آتا ۔۔۔ ہمارا جرم تو اتنا ہے کہ ہم اپنے ہی خون میں زہر ملا کر مگن ہو بیٹھے ہیں ۔۔۔ کل جب ایک اچھے سے بنگلے سے اچھی سی کار میں بیٹھ کر تو اور میں نکلیں گے تو کتنی ہی نظریں تعظیم کو جھک جائیں گی ۔ خدا کی خدائی سے انکار کرنے والے بہت سے دیکھے ہیں، دولت کی خدائی سے انکار کرنے والا تو نے آج تک نہ دیکھا ہے ماں ؟"

کوشایا نے سب کچھ سُننے کے بعد بھی شانو کے سینے سے گردن اُٹھائی تو اُس نے یہی سوال کیا۔

"سچ بتا دے شانو کیا وہ یہاں آیا تھا؟"

"نہیں ماں، وہ میرے پاس چاہے بھی تو آ ہی نہیں سکتا ۔۔۔ میں اُس کی پہنچ سے باہر ہوں ۔۔۔ مجھ پر بھروسہ کیوں نہیں کرتیں۔"

"پیارے لال کہاں ہے؟"

"وہ رات ڈھلتے جا چکا ہے ــــ اُسے صبح ہونے تک برہمن بستی سے ہو کر شہر پہنچنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ڈیر بالڈ بھی اُسی کے ساتھ گیا ہو ــــ لیکن تو اس قدر دل گیر کیوں ہوتی ہے ــــ جانے دے رہتا ہے تو بھی کون سا نہال کر دیتا ہے۔ اُلٹے تو ہی اس پر خرچ کرتی ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو رہی ــــ نہیں رہے ــــ پھر وہ آگے کچھ اور نہ کہہ سکی۔ اس نے اپنی دونوں آنکھوں کو دونوں ہاتھوں کی پشت سے مل کر خشک کیا اور مسکرا کر کچھ اس طرح شانوجہ کو دیکھا جیسے دل ہی دل میں اُس کی ذہانت کا اعتراف کر رہی ہو۔

پھر اُس سے رہا نہ گیا اور اُس نے کہہ دیا ــــ "تو ایک دم کتنا ہوشیار ہو گیا ہے شانوجہ۔"

شانو ہنسا ــــ "ایک دم ہوشیار ہو گیا ہوں؟" ــــ اُس نے سوالیہ طور پر دہرایا۔ اور جب پلٹ کر پلنگ کی طرف بڑھنا چاہا تو شال کا ایک حصہ جسے وہ اوڑھے ہوئے تھا اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر اُس کے پیچھے اس طرح جھول گیا کہ کوشلیا نے اُس کی پشت پر اور اُس کے جوڑوں پر پیلے گلاب کی پنکھڑیاں چمٹی ہوئی دیکھیں

یہ گلاب پیارے لال کے لیے شاید شانو نے اس وقت توڑے تھے جب وہ مُجھ سے ملنے کے لیے جھیل پر آیا تھا۔

کوشلیا نے بڑھ کر شال اُس کی پشت پر اس طرح برابر کر دی جیسے اپنا ہی بدن چھپا رہی ہو۔

"تُو اب میرے ساتھ چلے گا نا؟" ـــ کوشلیا نے لاٹ سے پوچھا۔

"تو تیرے گھر میں میرے لیے جگہ نکل آئی ہے؟ ـــ میں جانتا تھا ـــ تُو مجھے اپنے گھر سے نکال دے بھی تو اپنے دل سے نکال نہیں سکتی۔"

"کل پیارے لال سے ڈیرا لڈ نے اپنے لیے وہسکی منگوائی تھی ـــ تو جانتا ہے کچھ؟"

"نہیں ماں ـــ منگواتا تو ضرور لینے آتا اور چلے جاتا تو یقیناً بلو میرے پاس چھوڑ جاتا کہ میں اسے دے دوں ـــ بلو آدمی بُرا نہیں ہے ماں۔ کم سے کم اتنا تو ہے کہ جھوٹی سچی محبت جتلا کر مفت میں میرے جسم تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا۔"

"کون بلو؟"

"بلونت، یعنی تمھارا پیارے لال، اسے میں پیار سے بلو پکارتا ہوں۔"

"تو اسے چاہتا ہے اتنا؟"

"ہاں ہاں رام کھرے بد جاتے ہیں تو میں رات کی رات ہر اُس مرد کو اتنا ہی چاہتا ہوں جس کے ساتھ رات گزارنی ہوتی ہے۔"

"پر سنا ہے کہ پیارے لال تیرے پاس زیادہ ہی آتا ہے۔"

پہلے بھی تو وہ اُس سے چھپ چھپ کر ملتا رہا ہے۔"

"اس لیے کہ پیارے لال مجھے پسند کرتا ہے۔ تو کہہ سکتی ہے کہ چاہتا ہے۔

بالکل اُسی طرح جیسے تو ڈیر بالڈ کو چاہتی ہے۔"

کوشلیا خاموش ہو رہی۔

دیکھ تو پو پھٹ رہی ہے — اچھا تو ذرا میرے بستر پر لیٹ رہ میں

نہا دھو کر تیار ہو لوں۔

شانوجہ غسل خانے میں چھپا کے سے داخل ہو گیا تو کوشلیا نے بستر پر

بکھری ہوئی پیلے گلاب کی پنکھڑیاں دیکھیں۔ پھر بستر کی شکنوں اور سلوٹوں

پتہ نہیں کیا کیا کہانیاں اُسے سنائیں — وہ چپکے سے شانو کے بستر کے قریب

سے ہٹ آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی لیکن وہ پھر کچھ اداس ہو گئی تھی۔

شانوجہ نہا دھو کر مردانے کپڑے پہن کر آیا تو وہ بھی اُس پر سج رہے تھے

اُس نے کہا۔" ماں ذرا نیونے کو فون کر لوں۔ آج پرندے کچھ کچھ بھرا ہوا ہے

کوئی نہ کوئی ٹیکسی ہو گی ہی۔"

"کتنی تو وہ ہے — اب تو ٹیکسی سے کم چلے گا نہیں؟"

"یہ بات نہیں ہے ماں — دیکھو نا ساتھ کتنا سامان ہے۔" اور شانو جہ

نے جھک کر پلنگ کے نیچے سے دو سوٹ کیس گھسیٹ نکالے۔ پھر بید کی ایک باسکٹ

نکالی جو مقفل تھی — "اس میں اچھی اچھی شرابیں ہیں۔ اُس نے بید کی

باسکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ـــ " اور میں تیرے لیے بہت کچھ لایا ہوں ماں ۔ رسٹ واچ ساریاں تو ذرا ہنس دے ـــ ہنس دے نا ـــ ہے تو میرے لیے ایک ایک پل ردی ہے ۔"

کوشلیا ہنسنے لگی تو اُس کی آنکھیں نم ہو گئیں ۔

اُس نے پوچھا ـــ " تجھے کس نے بتایا شانو ! "

" میں نے تو خود تجھے خوابوں میں روتے ہوئے دیکھا ہے ماں ـــ " اور اُس نے کوشلیا کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور اُس کے گال چوم لیے اور فون کرنے کے لیے تیزی سے دروازے کے باہر نکل گیا ۔

لوٹ کر اُس نے بتایا کہ ٹیکسی آ رہی ہے ۔

" میں بھی اپنا سامان لے آتا ہوں ـــ کوشلیا یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئی تو شانو نے پکار کر پوچھا ـــ " کیا کوئی وزنی سامان ہے ماں ؟ "

" نہیں شانو اس نے جواب دیا اور دل ہی دل میں خوش ہوئی کہ شانو اُس کا کتنا خیال رکھتا ہے ۔

کمرے میں ادھر اُدھر پڑی ہوئی دو ایک چیزوں کو اُس نے ڈیر بالڈ کے سوٹ کیس میں رکھا جو وہ چھوڑ گیا تھا اور دروازہ بھیڑے بغیر کمرہ خالی کر کے چل پڑی ۔

شانو نے دونوں کمروں کا بل ادا کیا ـــ تو کوشلیا کو ڈیر بالڈ کی یہ بات

اچھی نہ لگی کہ اُس نے پروڈیسے کابل ادا کرنے کی زحمت کی ــــ اندر نہ جانے سے پہلے اُسے بتایا ہی۔ اور دن وہ ایسا کرتا تو شاید کرشلیا اتنا زیادہ محسوس نہ کرتی۔ وہ ڈیر بالڈ کو شانو کے سامنے کسی طرح بھی شرمندہ ہوتا نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ شانو اپنے پیارے لال کی تعریفیں اس طرح نہ کرے کہ کوشلیا کو ڈیر بالڈ سے تقابل کا احساس ہو اور شانو ہمیشہ کچھ اسی ڈھب سے باتیں کرتا تھا کہ ڈیر بالڈ جیسے اُس کے لیے ناپسندیدہ اجنبی ہے۔ وہ تو کوشلیا کے پاس اتفاقاً پیسے بالکل نہ تھے ــــ اُس نے ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی اور جو ہوتے تو یقیناً وہ جھٹ سے فیوزے کابل چکاتی ہوئی کہتی کہ ڈیر بالڈ اپنا پرس یہیں چھوڑ گیا ہے تاکہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہو ــــ لیکن اب سوائے شانو جی کو دیکھتے رہنے کے اُس کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔

ٹیکسی میں شانو کے پاس بیٹھتے ہوئے اُسے خیال آیا کہ ڈیر بالڈ اپنی رقم اُسی کے صندوق میں چھوڑ گیا ہے ــــ لیکن چابیاں کہاں ہیں؟ ــــ اس نے جلدی سے اپنی ساری کا پلو دیکھا جو بغیر کسی سلوٹ کے بالکل ستھرا تھا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے ادھر ادھر اپنے نیفے میں ٹٹولا۔ پھر اُس نے ٹیکسی رکوائی جو اسٹارٹ ہو چکی تھی اور ریٹ سے دروازہ کھول کر اُتر پڑی۔

"کیا بات ہے ماں؟"

"چابیاں بھول آئی ہوں ــــ لیکن ٹیکسی سے اُتر کر وہ دو قدم چلی ہی

تھی کہ اُس کو یاد آ گیا کہ چابیاں ڈیریالڈ نے اپنے کوٹ کی جیب ہی میں رکھ لی تھیں۔

وہ بناوٹی ہنسی ہنس کر لوٹ آئی اور ٹیکسی میں پھر سوار ہوتے ہوئے کہا کہ اُسے یاد آ گیا ہے اُس نے چابیاں سوٹ کیس میں رکھ لی ہیں اور بظاہر اطمینان سے شانو کے پاس بیٹھ گئی ـــــ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شانو کو بتلائے کہ ڈیریالڈ نے اتنی بڑی رقم اُس کے پاس رکھی ہے۔

ٹیکسی روانہ ہوئی تو کھائی کے قریب پہنچ کر اُس نے ڈیریالڈ کو اُس مقام پر یاد کیا جہاں کھائی میں پھول پھینکنے سے قبل ڈیریالڈ نے اُس کے ہونٹوں کو چوما اور اپنی محبت کی ہمیشہ کی طرح قسمیں کھائی تھیں۔

"ماں کاکا بھی مجھ سے خفا ہو گا ـــــ کیوں ہے نا؟" شانو جو یکایک پوچھ بیٹھا تو وہ اپنے خیالوں سے چونکی۔

"کاکا کی خفگی کتنی شانو ـــــ ہم ہنستے ہیں تو وہ غصّہ بھول جاتا ہے۔ مجھے روتا ہوا دیکھتا تھا تو تجھ پر کڑھتا تھا۔ مجھے ہنستا ہوا دیکھے گا تو تجھے یوں سینے سے لگائے گا جیسے تُو نے کوئی کارنامہ کیا ہے۔"

"میں نے بہت بڑا کارنامہ تو کیا ہے ماں۔"

"یہی نا کہ مجھے سو سو آنسو رُلایا ہے۔"

"نہیں ماں جس آدمی کو میں نے رجھا کر اپنا لیا ہے۔ اُس کے پاس بے شمار

دولت ہے اور نہ میرا عاشق ہے۔ دیکھ لینا ہم اُس سے کتنا کما لیں گے۔ مجھے
یقین ہے ماں کہ وہ دو چار دن ہی میں موٹر بھیج کر مجھے بلا لے گا۔ عجب نہیں
کہ خود چلا آئے۔ کہتا تھا کہ جھیل کے کنارے تمہارے پُر فضا جھونپڑے کی تعریف
سُنی ہے۔ کبھی آ کر دیکھوں گا تاکہ اس جھونپڑے کو ایک چھوٹے سے نہایت
خوبصورت بنگلے میں بدل سکوں۔ ایسے بنگلے میں جس میں میرا حسین شانو آرام
سے رہ سکے اور یہ کہتے کہتے اُس نے مجھے کھینچ کر اپنی گود میں بھر لیا تھا ۔۔۔

اور پھر ۔۔۔"

"ہشت ۔۔۔ تو کتنا بے شرم ہو گیا ہے رے۔"

کوشا یا نے اُس کو ٹوک دیا ۔۔۔ لیکن شانو جو بالکل بے پرواہی ہنس پڑا۔
وہ موٹر کے باہر پیچھے بھاگتے ہوئے مناظر کو کچھ اس طرح دیکھتا رہا جیسے
جھیل کے کنارے صرف اپنا حسین، جمیل، چھوٹا سا بنگلہ دیکھ رہا ہو جو دوڑتے
ہوئے موٹر کے باہر بار بار اُس کی نظروں سے ہو کر پیچھے بھاگ رہا ہو۔
اُس نے باہر ہی محویت کے عالم میں دیکھتے ہوئے پھر بولنا شروع کیا۔
"ماں جب خان آئے گا تو میں اُس سے کہوں گا کہ میں نے قسم کھا رکھی
ہے کہ روندو! فیروزے اور جھیل کی اس سرزمین پر میں خان کی آغوش میں
اُسی وقت آؤں گا جب کہ جھیل کے کنارے میرا بنگلہ تعمیر ہو جائے۔ اسی بنگلے
میں خان مجھے اپنا سکے گا اُس وقت تک وہ مجھے یہاں ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔

ویسے مجھے یہاں سے دُور کہیں بھی لے جا سکتا ہے ـــــ تو نہ کھنا ماں" ـــــ وہ کچھ سوچ کر پھر کہنے لگا۔ "خان کو مجھ سے ایک پل کی جدائی بھی گوارا نہ ہوگی۔ ـــــ جب یہاں تک آکر بھی وہ مجھے اپنانے سے محروم رہے گا تو میری ضد پوری کرنے کے لیے فوری تعمیر شروع کروے گا اور مجھے اپنے ساتھ لے کر وہ ایک دن کے لیے چلا جائے گا ـــــ میں نے اُس پر جادو کر دیا ہے ماں ـــــ جادو۔"

کوشلیا نے شانو کو دیکھا تو اُس کو محسوس ہوا کہ شانو بھی اُسی کی طرح کسی خیالی دنیا میں رہتا بستا ہے ـــــ فرق صرف اتنا ہے کہ شانو کی دنیا خوبصورت بنگلوں اور موٹروں سے بنی ہے اور اس کے اپنے کچے گھروندوں اور چاندنی راتوں سے۔

ٹیکسی جھیل کے باغ کے چھوٹے سے گیٹ پر رکی تو ہارن بجانے پر بھی کاکا نہیں آیا ـــــ وہ یقیناً اتنی صبح صبح بھی کسی کو بجرے میں جھیل کی سیر کرا رہا ہوگا۔

"ماں ـــــ میں کاکا کو اب کچھ کرنے نہ دوں گا ـــــ اسے آرام سے رکھوں گا ماں۔"

کوشلیا نے پلکیں جھپکا کر ایسی آنکھوں سے شانو کو دیکھا جیسے اُس کو پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

جب وہ جھونپڑے کے پاس پہنچ گئے تو سامان اُٹھا کر لے چلنے والوں ہی

ت کے ساتھ ٹیکسی ڈرائیور بھی تھا ـــــ کرایہ اور انعام دے کر شانو نے سامان ر رکھا اور حویلی کی طرف کاکا کو دیکھنے کے لیے چل دیا تو کوشلیا بھی تیز ز قدم اُٹھاتی اپنے سونے کے کمرے میں پہنچی جہاں اُس نے نمبر والڈ کی قسم ی تھی۔

صندوق کا قفل کھلا ہوا تھا ـــــ اُس نے کنڈی سے قفل الگ کر کے ت سے صندوق کھولا تو اس کو اوپر ہی رکھا ہوا ایک خط نظر آیا ـــــ اُس نے ے بےچینی سے خط نکال لیا اور پڑھنے لگی۔

دشمنِ ہوش میری محبوبہ دلنواز کوشل

میں تمھارا ہوں۔ تمھارا رہوں گا۔ تم نے آج کمرے پر اپنے دُکھ درد کا ذکر لیکن مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا جیسے میں تمھارا غموں کا ساتھی نہیں ہیں ت اداس ہو گیا تھا اور تم سے جو کہنا چاہتا تھا وہ کہہ دینا مجھے اس وقت ر مناسب معلوم نہ ہوا ـــــ میری بچّی کی شادی ہے اور مجھے پیسے کی ضرورت ے ـــــ میں چاہتا تھا کہ تم سے جس قدر قرض مل سکتا ہے حاصل کروں تاکہ ری پریشانی تمھاری ہمدردی اور محبت کے ہاتھوں سکون میں بدل سکے۔ تم تی ہو کہ اس کاروباری دنیا میں لڑکے والے لڑکی سے نہیں، اُس کے پیسے ے بیاہ رچاتے ہیں۔ تم میرے اس درد کو جس طرح جان سکتی ہو شاید دنیا نہ جھ سکے اس لیے کہ تم پر بیتی ہے۔ تمھاری ماں نے تمھارے بے پناہ حُسن

کے باوجود تمھارے ہاتھ اس لیے پیلے نہیں کیے کہ وہ آسمان سے ہُن برسنے کے انتظار میں تھی اور تم اس ہُن کا انتظار کیے بغیر شانوجہ کے باپ کے ساتھ بہت دور نکل گئیں ــــ اتنی دور کہ پھر لوٹ نہ سکیں ــــ کوشش میں اپنی رقم کے علاوہ تمھارے صندوق میں جو کچھ رقم مل سکی لے جا رہا ہوں ــــ صرف آکلا کسو اکیاسی روپے ملے ہیں۔ میں تمھیں ایک ایک پائی لوٹاؤں گا کوشش ــــ جان دیکھو نا مجبوری کیسی بری بلا ہے ــــ وہ بھی کسی نادار باپ کی مجبوری میں بجائے اس کے کہ تمھارے ناز اُٹھاتا، تمھارے احسان اُٹھا رہا ہوں۔

تمھیں شادی کی تاریخ لکھوں گا ــــ آؤ گی ؟ ــــ میں جانتا ہوں تمھارا دل اتنا بڑا ہے کہ تم مجھے معاف کر دو گی ــــ اور یہ سوچ کر میں خوش ہوں کہ چلو میرے کام آئیں تو تم آئیں۔ تم جو میری زندگی کی پونجی ہو ــــ ورنہ جانے میں کس کس کے آگے ہاتھ پھیلاتا۔

تمھارا ہمیشہ تمھارا

سعیدالزماں ٹوبر بالڈ

جب کوشلیا نے کاکا اور شانوجہ کو جھیل کی طرف سے لوٹتے ہوئے دیکھا تو وہ ٹوبر بالڈ کے اسی خط کے بارے میں سوچ رہی تھی جسے ابھی ابھی پڑھ کر وہ اپنے صندوق میں چھپا آئی تھی۔ کوشلیا کو مسکراتا ہوا سو دیکھ کر کاکا نے کہا ــــ

"آج بیٹا گھر آیا ہے تو تیرے ہونٹ ہی نہیں نہ آنکھیں بھی مسکرا رہی جو بات

اُن کے ساتھ ٹیکسی ڈرائیور بھی تھا ۔۔۔ کرایہ ادا کر کے انعام دے کر شانو نے سامان اندر رکھا اور جھیل کی طرف کا کاٹج دیکھنے کے لیے چل دیا تو گوشلیا بھی تیز تیز قدم اُٹھاتی اپنے سونے کے کمرے میں پہنچی جہاں اُس نے صندوق بالکل کی قسم رکھی تھی۔

صندوق کا قفل کھلا ہوا تھا ۔۔۔ اُس نے کنڈی سے قفل الگ کر کے جھٹ سے صندوق کھولا تو اس کو اوپر ہی رکھا ہوا ایک خط نظر آیا ۔۔۔ اُس نے بے چینی سے خط نکال لیا اور پڑھنے لگی۔

دشمن ہوش میری محبوبہ دلنواز گوشی

میں تمھارا ہوں۔ تمھارا رہوں گا۔ تم نے آج کمرے پر اپنے دُکھ درد کا ذکر کیا لیکن مجھے اس طرح نظر انداز کر دیا جیسے میں تمھارا غموں کا ساتھی نہیں ہوں میں بہت اداس ہو گیا تھا اور تم سے جو کہنا چاہتا تھا وہ کہہ دینا مجھے اس وقت کچھ مناسب معلوم نہ ہوا ۔۔۔ میری بچی کی شادی ہے اور مجھے پیسے کی ضرورت ہے ۔۔۔ میں چاہتا تھا کہ تم سے جس قدر قرض مل سکتا ہے حاصل کر لوں تاکہ میری پریشانی تمھاری ہمدردی اور محبت کے ہاتھوں سکون میں بدل سکے۔ تم جانتی ہو کہ اس کاروباری دنیا میں لڑکے والے لڑکی سے نہیں، اُس کے پیسے سے بیاہ رچاتے ہیں۔ تم میرے اس درد کو جس طرح جان سکتی ہو شاید دنیا نہ سمجھ سکے اس لیے کہ تم بربیتی ہے۔ تمھاری ماں نے تمھارے بے پناہ حُسن

شانو نے کوشلیا کی حیرانی دیکھی تو اُس کی کمر میں گُدگدا کر کہا ـــــ "ماں تُو ڈیر بالڈ کی ساری ہی باتوں کو سچ مانتی ہے ـــــ اور جو کچھ میں کہتا ہوں تُو اُس پر یقین کر لیتی ہے ـــــ خود سے اس نتیجہ پر پہنچتی ہی نہیں کہ ہم دونوں میں کون جھوٹا ہوگا ـــــ ہو سکتا ہے کوئی اُس کی بیٹی ہو ـــــ میں نے تو یونہی مذاقاً کہہ دیا تھا ماں"۔ ـــــ اور شانو جو نے پینترا بدل کر سوچا کہ ڈیر بالڈ کے اس جُھوٹ کے پیچھے جانے کتنی باتیں چھپی ہیں جو آہستہ آہستہ ماں اُسے تب ہی بتائے گی جب کہ یہ جھوٹ چھپا رہے۔

لیکن کوشلیا ساری باتوں سے بے نیاز ہی، دُور دُور جھیل کی سمت کچھ ڈھونڈ رہی تھی ـــــ اُسے کون سمجھا جا سکتا تھا کہ کوئی سچائی اُن آنکھوں کو نہیں ملتی جو اتنی دُور دُور تک دیکھتی ہوں۔

شام ہوئی تو بر دولے کی کھائی پر آدمیوں کا ٹھٹھ جمع تھا۔ جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی کپڑے کی دھجیوں کو دیکھ کر کاکا کا شبہ یقین سے بدل گیا تھا کہ وہ کوشلیا ہی تھی جس کے سائے کو کھائی کے منہ پر ڈولتے ہوئے اُس نے دیکھا تھا ـــــ کاکا میں دو قدم چلنے کا یارا نہ تھا اور لوگ اُسے سہارا دیئے ہوئے تھے۔

فیروزے کا ہیرا صمصام دین درخت کی اوٹ میں چھپا سسکیاں بھر کر اُس بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا جس کا نیا نویلا کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔

ایسا کھلونا جسے ابھی اُس نے بس چھوا تھا۔

شانو جو اُسی کھائی کی طرح خاموش تھا جس میں ابھی کچھ دیر پہلے بڑی ہلچل سی مچی تھی۔

ہیمنت کہہ رہا تھا۔ کوشلیا ایک بڑی عورت تھی۔ ایک عظیم ماں جسے نہ محبت کا سکھ ملا نہ ممتا کا۔"

پاس ہی کسی فاختہ کی آواز آ رہی تھی اور سائے گہرے ہو رہے تھے اور دن ڈوب رہا تھا اور انسانوں کے اس غول میں کتنے دل ڈوب رہے تھے یہ نہیں کہا جا سکتا۔